Title - Itmaam-e-Hujjat Bar Khatam-e-Nabuwwat.

Creator - Murattiba Shams uddin Mujahid Islam.

Publisher - Itihaad Press (Lahore).

Date - 1941

Pages - 144.

Subjects -

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا

پھر ہم نے شمس کو اس پر دلیل ٹھہرایا

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری)

اتمامِ حجّت بر ختمِ نبوّت

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جناب رسالتمآب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت سے دین اسلام مکمل ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ آخری نبی ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں

۱۳۵۶ھ — ۱۹۳۷ء

مرتبہ
شمس الدّین مجاہد اسلام

شمس الدین پبلشر نے اتحاد پریس بل روڈ لاہور میں باہتمام شیخ امین الدین مینیجر چھپوا کر مصری شاہ رانجھل روڈ لاہور سے شائع کیا۔
بار اوّل تعداد ایک ہزار — قیمت فی جلد ایک روپیہ

مسلم خواتین کے لئے مفید کتب

(۱) اسلامی پردہ

جس میں قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ " مومن مردوں کو کہہ دو اپنی نظریں نیچی رکھیں (۲۴ آیت

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ " اور مومن عورتوں کو کہہ دو اپنی نظریں نیچی رکھیں " (۲۴ آیت ۳۱

کے مساوی احکام کے ماتحت یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلم خواتین کے چہرے کا پردہ گھروں سے باہر بھی نہیں ہے جب مر

اس حکم کی تعمیل کھلے چہرے کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ عورتیں بھی اس مساوی حکم کی تعمیل کھلے چہرے نہ کریں یہی وجہ

ہے کہ چہرہ ڈھانکنے سے مستثنے کیا گیا ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ

مِنْهَا " اور اپنی زینت کو نہ دکھائیں سوائے اس کے جو ظاہر ہے " (۲۴ آیت ۳۱) کیونکہ چہرہ ڈھانک کر نظریں نیچی

رکھنا ایک بے معنی بات ہے۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

(۲) اسلامی مساوات

جسمیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مساوی احکام کے ماتحت مسلم خواتین کو بھی یکساں حقوق دیئے گئے ہیں مثلاً

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ

نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا " اور اس

کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے۔ مردوں کا حصہ ہے جو وہ کمائیں

اور عورتوں کا حصہ ہے جو وہ کمائیں اور اللہ [illegible] " (۴ آیت ۳۲

کے ماتحت دونوں کو باہر بھی اپنے پیشہ و کام کاج [illegible] سے مساوی

حقوق دیئے گئے ہیں۔ [illegible] ڈاک

ملنے کا پتہ **شمس منزل مصری شاہ لاہور**

فہرست مضامین

عرض حال

ہندوستان۔ سیلون۔ برما۔ ملایا۔ چین۔ عدن۔ مصر۔ پیرس۔ انگلینڈ۔ مغربی۔ جنوبی اور مشرقی افریقہ۔ ریجاز۔ ماریشس اور دیگر مختلف ممالک کی بیس سالہ سیر و سیاحت کے بعد خاکسار اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اہل اسلام میں ختم نبوت کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ چنانچہ اکثر مسلمان اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ جن کی نسبت عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بجسد عنصری چہارم آسمان پر اُٹھا لئے گئے تھے۔ دوبارہ اُمت محمدیہ کی اصلاح یا قتل دجال اور کسر صلیب کے لئے نزول فرما ہوں گے۔ گویا اسی مقصد کے لئے اُنہیں آسمان پر ٹھہرا رکھا ہے۔ تاکہ موقع آجانے پر اُنہیں فوراً بذریعہ پیراشوٹ اتار دیا جائے۔

(۲) اب یہ ہر دو عقائد ایک دوسرے کے متضاد ہیں کیونکہ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلعم آخری نبی ہیں۔ تو پھر حضرت عیسٰےؑ کے دوبارہ آنے کی کوئی حاجت نہیں رہتی۔ اور اگر حضرت عیسٰےؑ کا دوبارہ آنا تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر رسول اللہ صلعم آخری نبی نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ اُن کے بعد نبی کی ضرورت تو پڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس ضرورت کے ماتحت ہی حضرت عیسٰےؑ کی دوبارہ آمد کے منوانے پر اتنا زور دیا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہؐ کے آخری نبی ہونے کا نام تک نہیں لیا جاتا گویا نزول مسیحؑ کے عقیدہ کے بالمقابل ختم نبوت کے عقیدہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں سمجھی جاتی اس کا ثبوت یہ ہے کہ نزول مسیح کے متعلق تو دن رات بحث کی جاتی ہے مگر ختم نبوت پر اتنا بھی غور نہیں کیا جاتا کہ آیا رسول اللہؐ کے بعد کسی نبی کی ضرورت ہے؟ جو حضرت عیسٰےؑ کا دوبارہ آنا تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ قرآن کریم میں نزول عیسٰےؑ کا تو کوئی ذکر ہی نہیں البتہ آنحضرتؐ کا آخری نبی ہونا اظہر من الشمس ہے

یہی وجہ ہے کہ ختم نبوت تو ایمان کا جزو ہے مگر آسمان سے حضرت عیسےٰؑ کے نزول کا تسلیم کرنا ایمان کا جزو نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اور حدیث شریف سے اُن کا بجسد عنصری آسمان پہ جانا ہرگز ثابت نہیں ہوتا جب آسمان پہ چڑھنا ہی ثابت نہیں تو پھر آسمان سے اترنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ عقلمند حضرات کے لئے صرف یہی نکتہ کافی ہے۔

(۳) اکثر اہل اسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ دوبارہ آنے پر اپنی شریعت سے الگ ہو کر رسول اللہؐ کے ماتحت نبی ہوں گے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے ماتحت حضرت ہارونؑ تھے ایسے صاحبان سے یہ عرض کیا جاتا ہے کہ پھر بھی رسول اللہؐ کے بعد ایسے نبی کی ضرورت تو رہی جو خود تو صاحب شریعت نہ ہو مگر آنحضرتؐ کی شریعت پر عمل کرے اور کرائے۔ اگر اس بات کو سچا تسلیم کر لیا جائے تو پھر ایسے مسلمانوں اور قادیانیوں میں تو کوئی اصولی فرق نہیں رہتا کیونکہ دونوں گروہ اس امر پر متفق ہیں کہ رسول اللہؐ کے بعد بے شرع نبی کی ضرورت ہے خواہ ایک گروہ کے نزدیک پرانے نبی کی ضرورت ہو اور دوسرے کے نزدیک نئے نبی کی۔ اُصول میں تو کوئی فرق نہ پڑا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسےٰ بغیر کسی ضرورت کے ہی دوبارہ تشریف لائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کا انہیں اتنے عرصہ تک آسمان پر محفوظ الٰہی ریزرو رکھنا اور پھر بغیر کسی غرض کے ہی دنیا میں بھیجنا بالکل بے معنی ٹھہرتا ہے حالانکہ اُس قادر مطلق حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کا مسیحؑ صلیبوں کو توڑے گا اور خنزیروں کو قتل کرے گا۔ علاوہ ازیں عیسائیوں کے ہاتھوں میں یہ ایک بڑی حجت ہے کہ حضرت عیسےٰؑ آخری نبی ہیں کیونکہ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور جو نبی آخر میں فوت ہو وہی آخری نبی ہوتا ہے۔

(۴) جب مسلمانوں کو دلائل کے ساتھ اس بات کا یقین دلایا جاتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کے بعد پرانے نبی کی بھی ضرورت نہیں تو پھر وہ اس کے متعلق دوسرا پہلو یہ اختیار کر لیتے ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ دوبارہ نبی کی حیثیت میں نہیں آئیں گے۔ بلکہ بطور مجدد کے ہوں گے اب یہ عقیدہ بھی بہت کمزور اور بودا ہے کیونکہ جب کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی شخص کو نبی اور رسول بنایا تو پھر وہ مامور ہونے کے بعد تمام عمر نبی اور رسول ہی رہا۔ چنانچہ دنیا میں کوئی ایسا نبی اور رسول نہیں گذرا جو

عارضی طور پر چند سالوں کے لیے مقرر کیا گیا ہو یا کچھ عرصہ کے لیے کسی قصور پر معطل کر دیا گیا ہو یا کسی اور وجہ سے اپنے فرائض منصبی سے برطرف کر دیا گیا ہو یا پنشن دے کر سبکدوش یعنی ریٹائر کر دیا گیا ہو یا نبی کے کام کی اہلیت نہ رکھنے کی وجہ سے کسی ایسے کام پر بطور مجدد لگا دیا گیا ہو جس میں اس کی حیثیت نبی کی نہ سمجھی جائے۔ یا مرتے وقت ہی نہ ہو۔ اگر کوئی شخص مامور من اللہ ہونے کے بعد اپنے عہدہ کے لائق نہ رہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ نقص لازم آتا ہے کہ اس نے کیوں ایسے آدمی کو نبی اور رسول بنایا جس نے کچھ عرصہ کے بعد نبوت اور رسالت کے عہدہ کے لائق نہیں رہنا تھا۔ بلاشبہ ایک دنیاوی حکمران تو ایسی غلطی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسے کوئی علم غیب نہیں ہوتا مگر اس احکم الحاکمین سے ایسی غلطی کا سرزد ہو جانا اس کی شان کے شایاں نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو عالم الغیب ہے۔

(۵) حامیان حیات مسیحؑ کی ذہنیت بھی عجیب ہے کہ کبھی تو انہیں آسمان پر پہنچاتے ہیں اور کبھی ان کی نبوت سے ہی انکار کر دیتے ہیں[۱]۔ ایسے حضرات اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھایا تھا اس وقت تو وہ نبی تھے اب وہ کون سی وجوہ ہو سکتی ہیں کہ آسمان سے اترنے پر وہ نبی نہ ہوں۔ کیا وہ اپنی نبوت آسمان پر ہی چھوڑ آئیں گے۔ اتنا عرصہ آسمان پر رہنے کا کیا یہی نتیجہ نکلا کہ نبوت سے ہی جواب ملا۔ دوستو یہ تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ اگر ایک سرخ رنگ والی کتاب آسمان کی طرف اٹھائی جائے تو پھر وہ واپس آتے آتے کالے رنگ کی ہو جائے۔ آخر اس میں حضرت عیسیٰؑ کا کیا قصور ہے کہ نبوت اور رسالت کے عہدہ سے ہی برطرف کر دیئے جائیں جبکہ ان کی اپنی قوم بنی اسرائیل موجود ہو جس کی طرف وہ رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ "اور وہ (حضرت عیسیٰؑ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا" (۳ آیت ۴۹) علاوہ ازیں دوبارہ آنے پر حضرت مسیحؑ قرآن پاک کی اس آیت وَجِیْهًا فِی

۱؎ آج کل کے اکثر اہل اسلام بھی اپنے لیڈروں کے ساتھ یہی طریقہ برتتے ہیں کبھی تو انہیں سروں پر اٹھاتے ہیں اور کبھی زمین پر پٹک دیتے ہیں۔

نَبِیًّا" اور مجھے نبی بنایا"۔ (۱۹ آیت ۳۰) کو پڑھ کر مسلمانوں سے یہ کہیں گے کہ جب اللہ نے مجھے نبی بنایا تو پھر آپ کا کیا حق ہے کہ مجھے نبوّت اور رسالت کے عہدہ سے معزول کر کے اُمتی بنائیں یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ نبی بنانے والا تو اللہ تعالےٰ اور معزول کرنے والے مسلمان حالانکہ یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ نبی کی اُمت تو موجود ہو مگر نبی نبوت سے معزول کر دیا جائے۔ خدا جانے اُس وقت علمائے اسلام کیا جواب دیں گے۔ شاید یہ کہہ دیں گے کہ آپ کو تو کچھ عرصہ کے لئے نبی بنایا گیا تھا۔ اب آسمان سے واپس آنے پر آپ نبی نہیں رہے کیونکہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ تعجب تو اس امر کا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ وہ مرتے وقت نبی تھے مگر حضرت عیسےٰؑ کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مرتے وقت نبی نہیں رہیں گے گویا اُن کی اُمت بغیر نبی کے رہ جائے گی۔

(۶) اب حضرت عیسےٰؑ کے دوبارہ آنے پر اُن کے نبی نہ ہونے کی یہ وجہ بیان کرنا کہ چونکہ رسول اللہؐ آخری نبی ہیں لہٰذا وہ بغیر کسی قصور کے ہی اپنی نبوّت سے معزول کر دیئے جائیں گے سراسر غلط ہے کیونکہ رسول اللہؐ تو رحمۃ للعالمین ہیں اب رحمت کا تو یہ ہرگز تقاضا نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص کو خدا کی عطا کردہ نعمت سے ہی محروم کر دیا جائے یعنی آنحضرتؐ کو آخری نبی بنانے کے لئے حضرت عیسےٰؑ کی نبوت کو ہی چھینا جائے جب کہ اُن کی اپنی اُمت موجود ہو جس کی طرف وہ رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ (۶۱۔ آیت ۶)

دوستو! اللہ تعالیٰ اپنے مامور کئے ہوئے نبیوں کو ہرگز معزول نہیں کرتا اور نہ آج تک کوئی ہوا ہے ایسا کرنا اس کی صفات رحمانیت اور عدل کے خلاف ہے۔ کاش حیات اور نزول مسیح کے ماننے

---

[۱] اگر دوبارہ آنے پر حضرت عیسےٰؑ نبی نہ رہیں بلکہ رسول اللہ کے اُمتی بن جائیں تو پھر قیامت کے دن اُن کی اُمت کا امام کون ہو گا۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِھِمْ "جس دن ہم سب لوگوں کو اُن کے امام کے ساتھ بلائیں گے" (۱۷ آیت ۷۱)

والے اس نکتہ کو سمجھ لیں۔ اب حضرت عیسٰیؑ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ چند سالوں کے لئے نبی بنائے گئے تھے سراسر مُلّا لوگوں کا ڈھونگ ہے۔ جو اتنا بھی جواب نہیں دے سکتے کہ جب حضرت عیسٰیؑ دوبارہ آکر آنحضرتؐ کا کلمہ پڑھنے کے ساتھ ہی تو مسلم قرار دیئے جائیں گے تو پھر اُس وقت کس فرقے کا مولوی اُنہیں قرآن مجید سکھلائے گا۔ کیونکہ بوجہ عبرانی زبان ہونے کے وہ عربی زبان سے قطعاً نابلد ہوں گے اگر اُنہیں اس وقت اللہ کی وحی کے ذریعے قرآن پاک سکھلایا جائے گا۔ تو پھر وہ نبی اور رسول کیونکر نہ ہوں گے۔ آخر کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیئے۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ دوبارہ آنے پر حضرت عیسٰیؑ کیسے پہچانے جائیں گے اور لوگوں کو کیسے معلوم ہو جائے گا کہ یہی حضرت عیسٰیؑ ہیں جب کہ اُن کے متعلق کوئی وحی بھی نہ ہو گی۔ کیونکہ وحی نبوّت کا سلسلہ تو رسول اللہؐ کے بعد بند ہو چکا ہے اور اُس وقت جو مسلمان اُنہیں نہیں مانیں گے اُن کے متعلق کیا فتوے ہو گا؟

(۷) برادران اسلام اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ اگر حضرت عیسٰیؑ نے بطور مجدد کے ہی آنا ہے تو کیا پھر رسول اللہؐ کی اُمت میں کوئی شخص بھی آپ کی اطاعت سے اس عہدہ کے لائق نہیں ہو سکتا جو خواہ مخواہ حضرت مسیحؑ کو ہزارہا سال آسمان پر رکھنا پڑے اور پھر بطور مجدد کے بھیجنا پڑے۔ آخر اس میں کون سی خوبی ہوئی۔ سوائے اس کے کہ ایک تو حضرت عیسٰیؑ کا درجہ کم کر کے نبی سے مجدد بنایا جائے اور دوسرے اُس وقت کے مسلمانوں کو اپنے ایمان میں یہ تبدیلی کرنی پڑے کہ اب وہ نبی نہیں رہے لہٰذا اُن پر ایمان رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر اس کے بالمقابل حضرت عیسٰیؑ کے مقام پر رسول اللہؐ کے ایک اُمتی کا درجہ بڑھا کر بطور مجدد کے مبعوث ہونا تسلیم کر لیا جائے تو اس میں ایک خوبی تو یہ پائی جاتی ہے کہ آنحضرتؐ کی شان بڑھتی ہے دوسری یہ کہ نزول مسیح کی پیشگوئی[1] بھی پوری ہو جاتی ہے تیسری یہ کہ حضرت عیسٰیؑ کا درجہ

---

[1] اس پیشگوئی کے الفاظ جو صحیح بخاری میں آئے ہیں وہ یہ ہیں کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم تمہارا کیا حال ہو گا جب ابن مریم تم میں نازل ہو گا اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا
(باقی حاشیہ صفحہ ۸ پر)

تسلیم کرنے کی بھی حاجت نہیں رہتی چوتھی یہ کہ ختم نبوت کے عقیدہ پر بھی کوئی زد نہیں پڑتی۔ پانچویں یہ کہ آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ غرضکہ مسلمانوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷) حامیان حیات مسیحؑ "وامامکم" کی واؤ کو واؤ حالیہ قرار دے کر یہ کہتے ہیں کہ جب ابن مریم نازل ہوگا تو اُس وقت امام مہدی موجود ہوگا مگر لطف یہ ہے کہ اس حدیث میں مہدی کا کوئی ذکر نہیں۔ اور احمدی صاحبان اس واؤ کو واؤ تفسیری ٹھہراتے ہیں اور اس کے ثبوت میں قرآن کریم کی اس آیت تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ کی واؤ کو بطور مثال کے پیش کر کے یہ کہتے ہیں کہ ابن مریم کی یہ تشریح کی گئی ہے کہ وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا چونکہ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں لہٰذا وہ دنیا میں نہیں آئیں گے اور اب یہ پیشگوئی حضرت میرزا غلام احمد کے ذریعے پوری ہو چکی ہے۔ مگر سر سید مرحوم اور اُن کے ہم خیال مسلمان یہ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسےٰ ابن مریمؑ کی وفات قرآن پاک سے ثابت ہے لہٰذا یہ حدیث ہی کلام ربانی کے خلاف ہے اور جو حدیث کلام الٰہی کے خلاف ہو اس کا ماننا ضروری نہیں غرضکہ اس حدیث کے متعلق اہل اسلام میں ذیل کے تین گروہ پائے جاتے ہیں (الف) عام مسلمان تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ ابن مریم کا نزول آسمان سے ہوگا حالانکہ آسمان کا لفظ حدیث میں موجود نہیں اور نہ حضرت عیسےٰ کا آسمان پر اٹھایا جانا کسی حدیث سے ثابت ہے (ب) سر سید مرحوم اور اُن کے ہم خیال مسلمان یہ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسےٰ ابن مریمؑ فوت ہو چکے ہیں لہٰذا اُن کا نزول نہیں ہوگا اور یہ حدیث نہ صرف قرآن مجید کے بلکہ سنت اللہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ مُردے دنیا میں واپس نہیں آتے۔ فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ پر غور کیجئے اگر فوت شدہ لوگوں نے دنیا میں واپس ہی آنا ہوتا تو پھر قرآن حکیم میں یہ حکم بھی ہونا چاہیئے تھا کہ مُردوں کو نہ صرف اُن کی وراثت ہی بلکہ بیویاں بھی دوبارہ ملیں۔

(ج) احمدی صاحبان یہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت عیسےٰ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں چنانچہ وہ بڑے زور شور سے یہ اشعار پڑھتے ہیں ؎

ابن مریم مر گیا حق کی قسم　　　داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اُس کو فرقان سربسر　　　اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر

(باقی حاشیہ صفحہ ۹ پر)

کی وہ تمام مشکلات جو کہ نزول مسیح کے ساتھ وابستہ ہیں حل ہو جاتی ہیں اور قرآن کریم اور حدیث شریف کی ایسی رکیک تاویلیں بھی نہیں کرنی پڑتیں۔ جو کہ قطعاً عقل سلیم کے خلاف ہوں مثلاً حضرت عیسیٰؑ کا بجسد عنصری آسمان پر جانا اور پھر بغیر کھانے پینے کے وہاں زندہ رہنا اور اتنے عرصہ میں ان کے بدن میں کسی قسم کا تغیر نہ آنا اور پھر آسمان سے اُتر کر دجال کو قتل کرنا۔ اب ایسی غلط تاویلوں کا ایک نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ عیسائیوں کے باطل عقیدے الوہیت مسیح کی خواہ مخواہ بھی تائید ہو جاتی ہے۔

دوسرا یہ کہ حامیان حیات مسیح کو اتنی بھی ہمت نہیں پڑتی کہ عیسائیوں کو اتنا ہی کہہ سکیں کہ حضرت مسیحؑ خدا نہ تھے کیونکہ وہ تو فوت ہو چکے ہیں اور جو مر جائے وہ خدا نہیں ہوتا۔ اب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸)

وہ نہیں باہر رہا اموات سے ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

اور اس حدیث کو بھی صحیح مان کر ابن مریم اور نزول کے الفاظ کی یہ تشریح کرتے ہیں کہ ابن مریم ایک امام ہوگا اور وہ یہاں سے ہی پیدا ہوگا کیونکہ حدیث میں "آسمان سے اترنے کے الفاظ نہیں ہیں البتہ نزول کے معنی پیدا کرنے کے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْد۔ "اور ہم نے لوہا پیدا کیا" (۲۷ آیت ۲۵) اور پھر اس پیش گوئی کو حضرت مرزا غلام احمد پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ گویا اس طور پر قرآن کریم اور حدیث شریف کی آپس میں مطابقت کر کے حضرت مرزا صاحب کا "مسیح موعود" ہونا ثابت کرتے ہیں مگر ان کی نبوت کے متعلق پھر اختلاف کرتے ہیں چنانچہ قادیانی احمدی، تو یہ کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ اور لاہوری احمدی یہ کہتے ہیں کہ وہ مجدد تھے غرضیکہ پھر بھی ان میں جھگڑا ہی رہتا ہے۔ البتہ سرسید مرحوم کی تاویل ماننے کرا تنا جھگڑا نہیں کرنا پڑتا۔ علاوہ ازیں جب ہندوستان میں سب سے پہلے سرسید احمد خاں مرحوم نے قرآن کریم کی رُو سے وفات مسیحؑ کو ثابت کر دیا تو اُس وقت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی حیات مسیح کے ہی قائل تھے مگر جب خدا کی وحی کے ذریعے انہیں یہ بتلایا گیا کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو چکے ہیں۔ تو پھر وفات مسیحؑ کے قائل ہو گئے۔ گویا سرسید مرحوم کی عقل اور خدا کی وحی اس امر میں برابر ہو گئی۔

عیسائیوں کو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والی ہستی کو منوانے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا عمدہ دلیل ہو سکتی ہے۔ اور "اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" کو منوانے کے لیے کیا اچھا موقع ہے مگر افسوس اکثر مسلمانوں کی سمجھ میں یہ ایک مدلل بات بھی نہیں بیٹھتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اشاعتِ اسلام سے کوئی چنداں سروکار نہیں رکھتے گویا حیاتِ مسیح کو مان کر عیسائیوں کو توحید کا منوانا ہی بھول گئے حالانکہ قرآن مجید میں دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے بار بار تاکید کی گئی ہے۔

تیسرا یہ کہ نزولِ مسیح کو ماننے والے مسلمان رسول اللہؐ کے آخری نبی ہونے پر کوئی دلیل نہیں لا سکتے جب تک کہ حضرت عیسےٰؑ کا درجہ کم یعنی ڈیگریڈ کر کے انہیں نبی سے امتی نہ بنا لیں کیونکہ ان کے دلوں میں پہلے سے ہی یہ خیال سمایا ہوا ہے کہ دجال کو قتل کرنے کے لیے نبی حضرت عیسےٰؑ کی ضرورت ہے لہذا رسول اللہؐ آخری نبی کیونکر ہوں۔ ایسے صاحبان اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ایک نبی کو امتی بنانا ایسی ہی غلطی ہے جیسا کہ قادیانی حضرات ایک امتی کو نبی بنا رہے ہیں کر رہے ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ ایک گروہ تو ایک نبی کا درجہ کم کر کے اسے امتی بناتا ہے اور دوسرا گروہ ایک امتی کا درجہ بڑھا کر اسے نبی بناتا ہے گویا دونوں گروہ افراط اور تفریط میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ آمین۔

(۸) علاوہ ازیں کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں ایک اور گروہ پیدا ہو گیا ہے جسے "قادیانی" کے نام سے پکارا جاتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہؐ آخری نبی نہیں ہیں کیونکہ ان کے بعد نئے نبی آتے رہیں گے چنانچہ قادیانی حضرات فی الحال حضرت میرزا غلام احمد قادیانی کا نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں اور جو شخص اس پر ایمان نہ لائے اسے کافر قرار دیتے ہیں دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ آنحضرتؐ کے بالمقابل ایک اور مستقل نبی کھڑا کر کے شرک فی النبوت[۱] کرتے ہیں جس کی اصل غرض یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی نبوت کو آہستہ آہستہ اہلِ اسلام کے دلوں سے فراموش کرا دیا جائے جس کے لیے ذیل کے ثبوت پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلا ثبوت تو یہ ہے کہ قادیانی صاحبان جتنا زور حضرت میرزا صاحب کی نبوت کے

۱؎ حالانکہ حضرت میرزا صاحب کا صاف ارشاد ہے "کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ دین درحقیقت صرف اسلام ہی ہے ..... پس جس طرح اللہ تعالیٰ واحد اور اکیلا ہے اسی طرح ہمارے رسول بھی واحد اور اکیلے رسول ہیں جو مطاع ہیں

منوانے پر لگا رہے ہیں اس کا سولھواں حصہ بھی رسول اللہؐ کی نبوت کے منوانے پر نہیں لگاتے اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی نسبت میرزا صاحب کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ اُن کا منوانا مقدم سمجھا جاتا ہے مگر اس بات کا مطلقاً کوئی خیال نہیں کیا جاتا کہ ابھی تک ایک ہی نبی صاحبِ شریعت حضرت محمد رسول اللہؐ کو تو دنیا بھر کے غیر مسلموں کو منوایا نہیں گیا اب دوسرے بے شرع نبی کے منوانے کی کیا ضرورت پڑ گئی جو ایک وقت میں دو دو نبی منوائے جائیں حالانکہ آج کل کے لوگ تو ایک ہی نبی کو ماننے کو تیار نہیں تو پھر دو دو نبی کیسے مان لیں۔ مثال کے طور پر ہندوستان کو ہی لے لیجیے کہ اس میں ابھی تک اُن لوگوں کی کثرت ہے جو کہ رسول اللہؐ کو ہی نہیں مانتے اب ایسی حالت میں میرزا صاحب کی بے شرع نبوت کی داغ بیل ڈالنا کوئی عقلمندی نہیں کیونکہ ایک باشرع نبی کی موجودگی میں ایک بے شرع نبی کو منوانا کوئی فائدہ نہیں دیتا یہی سبب ہے کہ کوئی ذہین شخص اُس پر ایمان لانا پسند نہیں کرتا۔

دوسرا[۲] ثبوت یہ ہے کہ جتنا ذکر حضرت میرزا صاحب کا کرتے ہیں اس کا عشر عشیر بھی رسول اللہؐ کا ذکر نہیں کرتے جیسا کہ اُن کی شائع شدہ مذہبی کتب اور گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے حالانکہ اللہ تبارک تعالےٰ نے خود رسول اللہؐ کا اتنا ذکر بلند کیا ہے کہ کوئی شخص آپؐ کی شان کو پہنچ نہیں سکتا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ "اور ہم نے تیرے ذکر کو تیرے لئے بلند کیا" ۹۴/۴

چنانچہ اسی کے ماتحت آنحضرتؐ کی شان میں کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تیسرا[۳] ثبوت یہ ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفےٰؐ کی شان کو کم کیا جاتا ہے چنانچہ قادیانی حضرات علانیہ کہتے ہیں کہ اب صرف حضرت محمد رسول اللہؐ پر ایمان لانے سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میرزا صاحب قادیانی کی نبوت پر ایمان نہ لائے یہی وجہ ہے کہ قادیانی صاحبان اُن لوگوں کو بھی جو رسول اللہؐ پر تو ایمان رکھتے ہیں مگر حضرت میرزا غلام احمد کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے کافر سمجھتے ہیں حالانکہ ایک شخص آنحضرتؐ کا کلمہ پڑھتے یعنی توحید اور

رسالت کا اقرار کرنے کے ساتھ ہی ایسا مومن ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد کسی اور شخص پر ایمان لانے کی کوئی حاجت ہی نہیں رہتی جیسا کہ تیرہ سو سال سے چلا آرہا ہے جو کہ ختم نبوت پر ایک اعلیٰ دلیل ہے۔ اب حضرت میرزا صاحب کی نبوت کو جزو ایمان قرار دینا نہ صرف کلمہ طیبہ کو منسوخ کرنا ہے بلکہ رسول اللہؐ کی شان کو بھی کم کرنا ہے مگر یہ نکتہ قادیانی احباب کی سمجھ سے بالاتر ہے جو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب ایک شخص صرف رسول اللہؐ پر ایمان لانے سے مومن ہو جاتا ہے تو پھر میرزا صاحب پر ایمان لانا کیوں ضروری ٹھہرا جب کہ قرآن مجید میں "مسیح موعود" کا کوئی ذکر ہی نہیں بلکہ آنحضرتؐ کا آخری نبی ہونا صاف ثابت ہوتا ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ کی آیت پر غور کیجئے۔

چوتھا ثبوت یہ ہے۔ کہ کہنے کو تو حضرت میرزا غلام احمد کو بے شرع نبی مانا جاتا ہے مگر انہیں مان کر تمام کلمہ گو اہل اسلام کو جو کہ انہیں نبی نہیں مانتے کافر[1] قرار دیا جاتا ہے ان کے جنازوں کا پڑھنا روا نہیں رکھا جاتا۔ ان کے نکاح میں احمدی لڑکی کا دینا حرام سمجھا جاتا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا پڑھنا بھی جائز نہیں سمجھا جاتا۔ غرضکہ انہیں نبی مان کر وہ وہ کام کئے جاتے ہیں جن سے یہ کیفیت معلوم ہوتی ہے کہ وہ تو صاحب شریعت نبی تھے مگر انہیں صاحب شریعت نبی سمجھا نہیں جاتا اب اس پر میں بھی وہی الفاظ کہتا ہوں جو کہ میاں صاحب نے اپنے والد صاحب کے متعلق تحریر کئے ہیں ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

میاں صاحب کے الفاظ حضرت میرزا صاحب کے متعلق	میرے الفاظ میاں صاحب کے متعلق
در اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوےٰ	میاں صاحب نہیں جانتے کہ میرزا صاحب

[1] اب قادیانی حضرات خود انصاف کرکے دیکھ لیں کہ آیا حضرت میرزا صاحب کی ذات سے اہل اسلام کو نقصان پہنچا ہے یا فائدہ۔ نقصانات تو صاف ظاہر ہیں کہ مسلمانوں کی تکفیر کرنے کے لئے ایک اور گروہ پیدا ہو گیا۔ اور بجائے غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کے مسلمانوں کو ہی اسلام سے خارج کر دیا۔ اب ایسی ہستی کو جس سے قوم کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچے۔ کوئی شخص کیوں مانے؟

کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے
سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے
کا انکار کرتا ہوں۔ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴،

کے دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو صاحب
شریعت نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں
جاتی مگر اُن کے صاحب شریعت نبی ہونے کا
انکار کرتا ہوں۔

جیسے حضرت مسیح موعود بقول میاں صاحب اپنے دعوے کی کیفیت تو نبی کی بیان کرتے تھے۔ مگر نبی ہونے کا انکار کرتے تھے اسی طرح سے اُن کے صاحبزادہ صاحب بھی اپنے باپ کے دعوے کی کیفیت تو صاحب شریعت نبی کی بیان کرتے ہیں مگر اُن کے صاحب شریعت نبی ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ دعوے کچھ رکھنا مگر دعوے کی کیفیت کچھ اور بیان کرنا صریحاً لوگوں کو دھوکا دینا ہے بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا دھوکا ہو سکتا ہے کہ ایک بے شرع نبی کی آڑ میں ایک صاحب شریعت نبی کے احکام کو منسوخ[۱] کیا جاتا ہے تاکہ میرزا صاحب کی نبوت کا ہی چرچا ہے حالانکہ حضرت میرزا صاحب نے صاف لکھا ہے کہ میرے دعوے کے انکار سے ہرگز کفر لازم نہیں آتا۔ (تریاق القلوب) اور اب بھی میں اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا (حقیقۃ الوحی) اب حضرت میرزا صاحب کو نبی منوانے کے لئے یہ منطق پیش کی جاتی ہے کہ جب مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اُن کے نہ ماننے سے تو کفر لازم آتا ہے تو پھر وہ ڈر کر اُن پر ایمان لے آئیں گے۔ ماشاء اللہ کیا ہی اچھی دلیل ہے۔

پانچواں ثبوت یہ ہے۔ کہ عمل تو حضرت محمد رسول اللہ کی شریعت پر کیا جاتا ہے۔ مگر آپ کی نبوت کو کفر اور اسلام کے مابین حد فاصل قرار نہیں دیا جاتا بلا شبہ حد فاصل وہ عظیم الشان ہستی ہوتی ہے جس کے نہ ماننے سے تو انسان کفر کی حالت میں رہے اور اُس پر ایمان لانے سے اسلام میں داخل ہو جائے اب قادیانی صاحبان حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو تو نعوذ باللہ اس بلند مقام سے ہٹاتے ہیں اور حضرت میرزا غلام احمد کو اس مقام پر بٹھلاتے ہیں گویا اُن کی نبوت کو کفر اور اسلام کے مابین حد فاصل قرار دیتے ہیں چنانچہ وہ علانیہ کہتے ہیں کہ خواہ کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا کلمہ پڑھ کر توحید اور رسالت کا اقرار کرے۔ نماز پڑھے۔ زکوٰۃ دے روزہ رکھے اور حج کرے۔

[۱] باوجود رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد مَنْ کَفَّرَ اَھْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَھُوَ اِلَی الْکُفْرِ اَقْرَبُ (حدیث طبرانی عن ابن عمرؓ) ہونے کے پھر بھی قادیانی ...... اہل اسلام کو کافر ٹھہرائیں تعجب است

وہ مسلمان نہیں جب تک کہ وہ حضرت میرزا صاحب کو نبی نہ مانتے۔ کیا یہ ایک مضحکہ خیز سی بات نہیں کہ شریعت تو حضرت محمد رسول اللہؐ کی مانی اور منوائی جائے مگر نبوت میرزا صاحب کی حد فاصل قرار دی جائے۔ دوستو! "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"۔ اب یہ کس قدر ظلم اور بے انصافی ہے کہ ایک صاحب شریعت نبی کے درجہ کو کم کر کے ایک ایسے شخص کو فوقیت دی جاتی ہے جس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مے شرع نبی تھا حالانکہ اس کے اپنے ہی قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں" حمامتہ البشریٰ صفحہ ۹۴

(۹) اب حضرت میرزا غلام احمد کو ایسا درجہ دینے کا جس کے وہ اہل نہیں ہیں یہ نتیجہ نکلا کہ ایک تو قادیانی گروہ کو رسول اللہؐ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرنا پڑا دوسرے اہل اسلام میں دشمنی پھوٹ اور تفرقہ ڈالنا پڑا تیسرے نبی کی رٹ لگا کر چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر ٹھہرانا پڑا جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کو حضرت میرزا صاحب کے خلاف نہ صرف ناشائستہ الفاظ کہنے بلکہ نفرت پھیلانے کا موقع مل گیا چوتھے غلو کر کے نہ صرف غالّین بلکہ ضالّین بننا پڑا حالانکہ مسلمانوں کو یہ دعا سکھلائی گئی تھی کہ اے اللہ ہمیں ضالّین کا رستہ نہ دکھا۔ بلاشبہ ضالّین وہ انسان ہوتا ہے جو ایک شخص کے متعلق غلو کر کے اس کے درجے کو بڑھائے جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسےٰؑ کا درجہ بڑھا کر انہیں اُن کی وفات کے بعد خدا ٹھہرایا جس کی بنیاد سینٹ پال نے رکھی اسی طرح سے قادیانیوں نے حضرت میرزا غلام احمد کا درجہ بڑھا کر انہیں اُن کی وفات کے بعد مجدد سے نبی بنایا جس کی بنیاد اُن کے صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب نے رکھی۔ دوستو! جب مسیحؑ موسوی کا درجہ بڑھانے والے ضالّین ہو سکتے ہیں تو پھر مسیحؑ محمدی کا درجہ بڑھانے والے کیونکر ضالّین نہیں ہو سکتے چنانچہ اس گمراہی سے بچنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ "اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو مت کرو ۵-۱ آیت ۷۷) باوجود ایسی ہدایت ہونے کے پھر بھی مسیح موسوی اور مسیحؑ محمدی کے متعلق غلو کرنے میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق غلو کرنا

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ " اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰؑ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنا لو کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا

حضرت مرزا غلام احمد کے متعلق غلو کرنا

حضرت مرزا غلام احمد کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو واقعہ ہوئی اُن کی زندگی میں اُن کی جماعت میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ وہ نبی تھے چنانچہ اُن کے صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کا بھی ۱۹۱۱ء تک یہی اعتقاد تھا کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ آپ پر تمام نبیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ جیسا کہ ذیل کی دو تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے دنیا میں سینکڑوں نبی گذرے ہیں۔ مگر آنحضرتؐ کے دعویٰ کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی .... مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں ..... پس اس کی طرف اشارہ تھا۔ کہ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا

(تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ء نمبر ۴ جلد ۵ صفحہ ۱۵۱)

جو تیرے جی میں ہے تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں اُن میں تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔" (۵ آیت ۱۱۶ و ۱۱۷)

مذکورہ بالا آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسےٰؑ کو اُن کی وفات کے بعد خدا بنایا جس پر مفصل بحث حصہ اوّل میں کی گئی ہے۔

(۳) "اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوّتوں کا خاتمہ کر دیا۔ . . . . . آپ کی اتباع کی برکت سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں۔ جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل اور آپ کا فیض قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔" (اخبار بدر جلد ۱۱ نمبر ۲۱ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء کالم ۱ زیر عنوان خاتم النبیین)

مذکور بالا تحریرات سے صاف ظاہر ہے کہ قادیانیوں نے بھی حضرت میرزا غلام احمد مرحوم کو اُن کی وفات کے بعد نبی ٹھہرایا اور اتنا بھی غور نہ کیا کہ جب رسول اللہؐ آخری نبی ہیں اور اُن پر ہر قسم کی نبوّتوں کا خاتمہ ہو گیا تو پھر بے شرع نبوت کیسے باقی رہ گئی؟

دراصل بات یہ ہے کہ جب یہی صاحبزادہ صاحب مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی وفات کے بعد سال ۱۹۱۴ء میں خلیفۃ المسیح ثانی کا لقب اختیار کر کے خلافت کی گدی پر جلوہ افروز ہو گئے تو پھر اپنی مذکورہ بالا تحریرات کے خلاف یہ اعلان کر دیا کہ میرے والد صاحب حضرت میرزا غلام احمد نبی تھے گرچہ وہ خود ۱۹۰۱ء تک نبی ہونے کا انکار کرتے رہے کیونکہ اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے اس لئے "۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے کا انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں۔ اور اُن سے حجت پکڑنی غلط" حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱ جس پر مفصل بحث حصہ دوئم میں کی گئی ہے۔

(۱۰) علاوہ ازیں مسیح موسوی اور مسیح محمدی میں ایک حیرت انگیز مماثلت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کو نہ ماننے والے یہودی اور ماننے والے عیسائی دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ وہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوئے مگر اس سے جو نتائج نکالے جاتے ہیں وہ مختلف ہیں۔ یہودی تو یہ کہتے ہیں کہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے وہ لعنتی ہوا لہٰذا وہ جھوٹا نبی تھا مگر اس کے بالمقابل عیسائی یہ کہتے ہیں کہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے وہ لعنتی تو ضرور ہوا مگر ہمارے گناہوں کا بوجھ اُس نے اٹھا لیا لہٰذا ہم نجات پا گئے گویا طرفین حضرت عیسےٰؑ کو لعنتی ٹھہرا کر ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں اسی طرح سے مسیح محمدی کو نہ ماننے والے مسلمان اور ماننے والے قادیانی دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت میرزا غلام احمد نے نبوّت کا دعوےٰ کیا مگر اس سے جو نتائج نکالے جاتے ہیں وہ مختلف ہیں۔ نہ ماننے والے تو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ میرزا صاحب نے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا لہٰذا وہ اور اسکے ماننے والے کافر اور قادیانی صاحبان ختم نبوت کا اُنکار کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت میرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ تو کیا لہٰذا جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر۔ گویا طرفین حضرت میرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت اس غرض سے منسوب کرتے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو کافر ٹھہرا سکیں بلاشبہ جیسے یہودی اور عیسائی حضرت عیسےٰؑ کی طرف صلیبی موت منسوب کرنے میں غلطی پر ہیں اسی طرح سے مسلمان اور قادیانی حضرت میرزا غلام احمد کی طرف دعوےٰ نبوّت منسوب کرنے میں غلطی پر ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ نہ حضرت عیسےٰؑ صلیب پر مرے اور نہ لعنتی ہوئے اسی طرح سے نہ حضرت میرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا اور نہ نبی ہوئے

(۱۱) بعض اہل اسلام ختم نبوت کے عقیدہ کے ماتحت یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد ہر قسم کے مبشرات اور مکالمات الٰہیہ کا دروازہ ہی بند ہو گیا ہے جو کہ قطعاً ذیل کی آیات اور حدیث کے خلاف ہے۔

(۱) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا

وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

" جو ایمان لائے اور تقوےٰ کرتے تھے اُن کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔" (۱۰-آیت ۶۳ و ۶۴)

(ب) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ " وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر سیدھے راہ پر جمے رہتے ہیں۔ اُن پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔" (۴۱ آیت ۳۰) "یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں۔" (۴۰:۵۱)

(ج) لم يبق من النبوة الا المبشرات نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا۔ سوائے مبشرات کے (بخاری) دراصل ختم نبوت کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے ایسے غلط نتائج نکالے جاتے ہیں۔ جن کی اصلاح کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے بلاشبہ جناب رسالتمآب حضرت محمد مصطفےٰ کے بعد پرانے یا نئے نبی اور صاحب شریعت یا بلا شریعت کے نبی کی ضرورت کو تسلیم کرنا گویا آنحضرت کے آخری نبی ہونے کا انکار کرنا ہے۔ اور یہ کہہ کر کہ رسول اللہ ص کے بعد مبشرات اور مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ ہی بند ہو گیا ہے۔ حقیقتاً نبی کریم کے روحانی فیض سے لوگوں کو محروم کرنا ہے۔ حالانکہ آنحضرت ص کا روحانی فیض جو کہ آپ کی تابعداری اور اطاعت پر منحصر ہے۔ قیامت تک جاری رہیگا۔ جس کے ماتحت حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی حضرت معین الدین چشتی اجمیری اور حضرت رابعہ بصری اور مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ اجمعین جیسی پاک ہستیاں لوگوں کی راہ نمائی کے لئے وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہنگی۔ جنہیں ولی، غوث، قطب، اور مجدد کے الفاظ سے پکارا جا سکتا ہے۔ چونکہ ایسے لوگ محض رسول اللہ ص کی اطاعت سے ان درجوں کو حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا اُن کے نہ ماننے سے کفر لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اُن کے لئے بھی رسول اللہ ص کی اطاعت کرنا ایسا ہی واجب ہے۔ جیسا کہ دوسرے مسلمانوں کے لئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۝

تمہید

(۱) عام طور پر اہلِ اسلام حضرت عیسٰے علیہ السلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جب یہودیوں نے اُن کے دعوے نبوت کی مخالفت کر کے اُنہیں گرفتار کرنا چاہا تاکہ اُنہیں قتل کر دیں تو وہ ایک مکان کے اندر داخل ہو گئے جس کے ارد گرد یہودیوں نے گھیرا ڈال دیا اور ایک آدمی کو اُن کے پکڑنے کے لئے اندر بھیجا اس وقت اللہ تبارک تعالیٰ نے جھٹ اپنی قدرت سے اس مکان کی چھت پھاڑ کر حضرت عیسٰے کو تو آسمان پر اُٹھا لیا اور جو شخص اُنہیں گرفتار کرنے کے لئے اندر گیا تھا اُسے اُن کا ہم شکل بنا دیا جسے یہودیوں نے یہ سمجھ کر کہ حضرت عیسٰے تو یہی ہیں فوراً پھانسی پر لٹکا دیا گویا اللہ نے خود ہی یہودیوں کو دھوکا دے دیا جو کہ اس کی شان کے شایاں نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا اپنا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡخَآئِنِیۡنَ ۝ "اللہ دھوکا دینے والوں کو پسند نہیں کرتا" (۸ آیت ۵۸) اور لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ ؕ "اللہ کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی" (۳۰ آیت ۳۰)

(۲) اب یہ عجیب و غریب کہانی نہ تو مقدس بائیبل اور نہ قرآن مجید اور نہ حدیث شریف میں موجود ہے اور نہ یہودیوں اور نہ عیسائیوں میں اس کا کوئی ذکر پایا جاتا ہے دراصل یہ قصہ مسلمان مذہبی راہ نماؤں کا از خود تراشا ہوا ہے جس کی بنیاد قرآن کریم کے ان الفاظ وَ لٰکِنۡ شُبِّہَ لَہُمۡ (۴ آیت ۱۵۷) کے غلط ترجمہ پر رکھی ہوئی ہے "مگر کوئی شخص مسیح کا مشابہ بنایا گیا" دراصل اس آیت (۴ آیت ۱۵۷) کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ وَّ قَوۡلِہِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِیۡحَ عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ۚ وَ مَا قَتَلُوۡہُ وَ مَا صَلَبُوۡہُ وَ لٰکِنۡ شُبِّہَ لَہُمۡ ؕ "اور اُن کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے عیسٰے بن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے اور اُنہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے صلیب پر مارا مگر اُسے اُن کے لئے مشابہ بنایا گیا" بلاشبہ وَمَا قَتَلُوۡہُ وَ مَا صَلَبُوۡہُ وَ لٰکِنۡ

شُبِّهَ لَهُمْ" کی تینوں ضمیریں حضرت مسیحؑ کی طرف جن کا ذکر پہلے سے ہو رہا ہے پھرتی ہیں اب وَلٰکِنْ شُبِّہَ کے ماتحت یہ کہنا کہ کسی دوسرے شخص کو حضرت مسیحؑ کی مشابہت پر بنا دیا گیا تھا سراسر جہالت ہے کیونکہ اس موقع پر سوائے حضرت مسیحؑ کے اور کسی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا اور ضمیر ہمیشہ اس کی طرف پھرتی ہے جس کا ذکر پہلے موجود ہو۔ خدا جانے کہ یہ ایک آسان سی بات بھی ہمارے علمائے کرام کی سمجھ میں کیوں نہیں بیٹھتی۔

(۳) افسوس تو صرف اس امر کا ہے کہ مولوی صاحبان اور دیگر برادران اسلام اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جب اُس قادر مطلق نے اکثر انبیاء علیہ السلام کی اس زمین پر اتنی حفاظت کی کہ ان کے دشمن اُنہیں قتل نہ کر سکے چنانچہ اس سنت کے ماتحت ہی رسول اللہؐ کی بھی اتنی حفاظت کی گئی کہ ہجرت کے موقع پر آپ کے مکان کے اردگرد قتل کے ارادہ سے گھیرا ڈالنے کے باوجود اور جنگ اُحد میں آپ کا دانت مبارک شہید ہونے کے پھر بھی دشمن آپؐ پر قابو نہ پا سکے۔ تو کیا وہ خیرالماکرین یعنی بہتر تدبیر کرنے والا حضرت عیسٰیؑ کو اسی زمین پر اُن کے دشمنوں سے بچانے پر قادر نہ تھا؟ جو یہودیوں کے خوف کی وجہ سے آسمان پر لے جاکر محفوظ رکھنے کی ضرورت پڑی۔ اب یہ خوف تو اُس وقت تک لگا رہے گا۔ جب تک کہ یہودی موجود ہیں لہٰذا اُن کا نزول نہیں ہوگا کیونکہ جن وجوہ کے ماتحت اُنہیں آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا وہ تو بدستور قائم ہیں۔

(۴) اور اگر حضرت عیسٰیؑ دوبارہ آ بھی جائیں تو یہودی یہ کہہ کر کہ یہ ہمارا پرانا مجرم ہے جو عرصہ سے مفرور تھا پھر گرفتار کر لیں گے ایسی حالت میں اُن کو بھیجنا گویا اُنہیں اُن کے دشمنوں کے حوالے کرنا ہے جو کہ اللہ کی شان کے خلاف ہے کیونکہ جب ایک انسان کسی شخص کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے تو پھر وہ بھی اُسے اس کے دشمنوں کے حوالے نہیں کرتا۔ چہ جائے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اُن کے دشمنوں کے حوالے کر دے اگر یہ کہا جائے کہ دوبارہ آنے پر اُن کی حفاظت کی جائے گی تو پھر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پہلے وہ قادر مطلق اُن کی حفاظت زمین

پر کیوں نہ کر سکا جو آسمان پر لے جانے کی ضرورت پڑی جو کہ سنت اللہ کے خلاف ہے حالانکہ اس کا اپنا ارشاد ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ؕ اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہ پائیگا۔ (احزاب ۶۲)

(۵) اسی سلسلہ میں اکثر عیسائی صاحبان شارع عام، بازاروں اور دیگر مختلف مقاموں پر کھڑے ہو کر بڑے زور شور سے یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اس قدر خدا کے پیارے تھے کہ جب اُن کے دشمنوں نے اُنہیں گرفتار کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں فرشتوں کے ذریعے آسمان پہ اُٹھا لیا تاکہ یہودی اُنہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دے سکیں مگر اس کے بالمقابل جب حضرت محمد رسول اللہؐ جنگ احد میں دشمنوں کے نرغے میں آ گئے اور اُن کا دانت مبارک بھی شہید ہو گیا تو اُس وقت اُنہیں آسمان پر اُٹھانے کے لئے خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ نہ بھیجا گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) خدا کے پیارے نہ تھے حالانکہ اپنے دوستوں اور محبوبوں کی مدد کرنے کا وہی وقت ہوتا ہے جبکہ اُن کی جان پر بنی ہوئی ہو بقول سعدیؒ ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست　　در پریشاں حالی و درماندگی

(۶) اکثر عیسائی اعتراضاً یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اُٹھایا اور حضرت محمد رسول اللہؐ کو معراج کی رات آسمان پر بلایا تو حضرت عیسیٰؑ کو تو یہ کہا کہ جب تک ہماری مرضی ہے تمہیں اسی جگہ اپنے پاس ہی رکھیں گے مگر حضرت محمد رسولؐ کو رات ہی رات واپس کر دیا۔ اب کون پیارا ہوا؟ برادرانِ اسلام کے لئے غور کرنے کا مقام ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو بجسد عنصری ہزارہا سال سے آسمان پر رکھ سکتا ہے تو کیا وہ آنحضرتؐ کو معراج کے موقع پر دن کا ایک لمحہ بھی آسمان پر نہیں رکھ سکتا تھا؟ جو رات ہی رات واپس کرنا پڑا اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص نے بڑے شوق سے اپنے دو ہم رتبہ دوستوں کو ملنے کے لئے بلایا ایک دوست کی تو نہ صرف دن رات بہت تواضع کی بلکہ یہ کہا کہ جب تک ہماری مرضی ہے تمہیں اپنے پاس ہی رکھیں گے اور دوسرے دوست کو صرف چائے کی پیالی پر ہی ٹالا اور رات ہی رات واپس کر دیا اب کون اس کا زیادہ محبوب ٹھہرا؟ مگر افسوس یہ ایک

معمولی سی مثال بھی مولوی صاحبان کی سمجھ میں ہرگز نہیں بیٹھتی۔

(۷) عام طور پر عیسائی حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ تو زندہ آسمان پر موجود ہیں اور حضرت محمد رسول اللہؐ فوت شدہ زمین میں مدفون۔ لہٰذا اُن کا درجہ بڑا ہے تو اس کے جواب میں اکثر اہل اسلام ترازو کی مثال دے کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو چیز ہلکی ہوتی ہے وہ تو اوپر جاتی ہے اور جو بھاری ہوتی ہے وہ نیچے بیٹھ رہتی ہے مگر اس کے جواب میں جب عیسائی صاحبان یہ کہہ دیتے ہیں کہ بقول اہل اسلام حضرت مسیحؑ تو چہارم آسمان پر ہیں اور معراج کی رات میں حضرت محمد رسول اللہؐ ساتویں آسمان پر گئے تھے تو کیا وہ اُس وقت نعوذ باللہ اُن سے ہلکے ہو گئے تھے؟ تو پھر مولوی صاحبان اس قدر بغلیں جھانکنا شروع کر دیتے ہیں کہ اپنا دیا ہوا جواب بھی بھول جاتے ہیں۔ اب ایسی بے جا باتوں اور غلط تاویلوں کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عیسائیوں کو خواہ مخواہ بھی حضرت عیسےٰؑ کا درجہ بڑھانے اور حضرت محمد رسول اللہؐ کا درجہ کم کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

(۸) علاوہ ازیں اکثر اہل اسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مجھے آخر الزمان نبی حضرت محمد رسول اللہؐ کی اُمت میں داخل کیجیو۔ سو اللہ نے اُن کی دعا قبول کی اور اُنہیں آسمان پر اُٹھا لیا لہٰذا وہ دوبارہ آکر آنحضرتؐ کے اُمتی بنیں گے۔ اب اُن کی ایسی دعا کسی مذہبی کتاب میں نہیں پائی جاتی اور نہ یہودیوں اور عیسائیوں میں اُس کا کوئی چرچا پایا جاتا ہے اگر کوئی ایسی دعا ہوتی تو ضرور مقدس بائیبل یا قرآن کریم میں اس کا کچھ ذکر ہوتا یا رسول اللہؐ کا ہی کوئی ایسا ارشاد ہوتا کہ حضرت عیسےٰؑ نے میرا اُمتی بننے کی دعا مانگی تھی اس لئے اللہ نے اُنہیں آسمان پر اُٹھا لیا۔ دوستو! جب قرآن مجید اور حدیث شریف سے حضرت مسیحؑ کا آسمان پر جانا ہی ثابت نہیں تو پھر اُترنا کیا معنی رکھتا ہے صاحبان نظر اور فکر کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔

(۹) برادران اسلام! جب حضرت عیسےٰؑ کی ایک فرضی دعا سے جس کا کوئی ثبوت ہی نہیں یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ وہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے اور آج تک وہاں بجسد عنصری موجود ہیں۔

تو پھر حضرت محمدؐ رسول اللہ کی اس دعا سے جو کہ آپ دو سجدوں کے درمیان پڑھا کرتے تھے۔ کیوں یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ وہ بھی بجسدِ عنصری آسمان پر اُٹھا لیے گئے۔ اور کچھ عرصہ وہاں رہے حالانکہ ایسی دعا کا ثبوت بھی احادیث سے ملتا ہے۔ اور اس میں رفع کا لفظ بھی موجود ہے جس کے ساتھ درجہ کا لفظ بھی نہیں۔ اس دعا کے الفاظ پہ غور کیجئے۔ "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَارْفَعْنِیْ"۔ "اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور مجھے ہدایت اور سلامتی اور رزق دے اور میرے کام سنوار دے اور مجھے بلند کر" (ابوداؤد و ابن ماجہ) اب یہ کس قدر ظلم اور بے انصافی ہے کہ جب رفع کا لفظ حضرت عیسٰےؑ کے لئے استعمال کیا جائے تو اُن کے حق میں تو آسمان پر اٹھانے کے معنی کر لئے جائیں اور جب یہی لفظ خود رسول اللہؐ اپنی دعا میں پڑھیں تو پھر اُن کے حق میں آسمان پر اُٹھانے کے معنی نہ کئے جائیں۔[1]

(۲) اگر رفع کے معنی جسموں کو اُٹھانے کے ہی ہیں تو پھر مسلمان اپنے ہی قول سے ایک تو یہ ثابت کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ رسول اللہؐ کی یہ دعا منظور نہ ہوئی کیونکہ وہ کبھی بھی بجسدِ عنصری دن کا ایک لمحہ بھی آسمان پر نہ رہ سکے اور دوسرے اپنے ہاتھوں سے ہی حضرت عیسٰےؑ کے سر پہ الوہیت کا سہرا باندھتے ہیں۔ جس سے عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ سنت اللہ کے خلاف غیر معمولی طریق پر کنواری سے نطفہ کے بغیر روح سے پیدا ہونے کی وجہ سے انسانی سطح سے بالاتر تھے۔ گویا ان کی پیدائش معجزانہ تھی۔ یہی سبب ہے کہ اُن میں الوہیت تھی۔ اور وہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور بجسدِ عنصری دن رات آسمان پر رہتے ہیں اور کھانے پینے کے محتاج بھی نہیں ہوتے مگر اس کے بالمقابل حضرت محمد رسول اللہؐ عام قاعدہ

---

[1] علاوہ آنحضرتؐ کے صحابہؓ بھی اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔ مگر نہ تو ان کے دلوں میں کبھی یہ خیال آیا کہ رفع کے معنی آسمان پر اٹھائے جانے کے ہیں۔ اور نہ وہ کبھی بجسدِ عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے۔

کے مطابق نطفہ سے پیدا ہونے کی وجہ سے ایک معمولی انسان تھے گویا اُن کی پیدائش معجزانہ نہ تھی یہی باعث ہے کہ وہ معراج کی رات میں بھی بجسدِ عنصری آسمان پر دن کا کوئی لمحہ نہ رہ سکے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معراج روحانی تھا نہ کہ جسمانی کیونکہ معراج کا رات ہی رات ہونا تو خواب میں ہی ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دن کو بھی خواب ہو سکتا ہے تو پھر بھی معراج تو روحانی ہی رہا تاوقتیکہ لوگ معراج کرنے والے کو آسمان کی طرف چڑھتے اور کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد اُترتے نہ دیکھ لیں جسمانی معراج کی تائید نہیں ہو سکتی۔ اگر آنحضرتؐ دن کا کچھ حصہ بھی آسمان پر رہتے تو صاف ثابت ہو جاتا کہ معراج جسمانی تھا مثلاً معراج والی رات کی صبح کی نماز ہی اپنے صحابہ کے درمیان نہ پڑھتے۔ اور دن کے وقت آسمان سے اُترتے تاکہ لوگ اُنہیں دیکھ لیتے۔

(۱۱) علاوہ ازیں اکثر اہل اسلام حضرت عیسٰیؑ کی معجزانہ پیدائش کا ایک ثبوت یہ بھی دیتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی اُنہیں کتاب اور نبوت مل گئی تھی مگر اس کے بالمقابل حضرت محمد رسول اللہؐ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کو چالیس سال تک کتاب اور نبوت کا کوئی علم نہ ہو سکا ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجیے۔

حضرت عیسٰیؑ کے متعلق

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۞ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۚۖ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ۞ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ۞

"پھر اُسے گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی اُنہوں نے کہا اے مریمؑ تو ایک عجیب چیز لائی ہے۔

حضرت محمد رسول اللہؐ کے متعلق

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِىَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِىٌّ حَكِيْمٌ ۞ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ۔

"اور کسی بشر کے لئے یہ میسر نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا رسول بھیجے پس اپنے حکم سے جو چاہے

اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا آدمی نہیں تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی تو اس نے اُس کی طرف اشارہ کیا اُنہوں نے کہا ہم کس طرح اس سے کلام کریں جو کہ ابھی ، جھولے میں لڑکا ہے (عیسیٰؑ نے) کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔" (۱۹۔ آیت ۲۷ تا ۳۰)

وحی کرے وہ بڑا بلند حکمت والا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے روح بھیجی تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ (یہ کہ اس پر) ایمان (کیا ہے) (۴۲۔ آیت ۵۱ و ۵۲)

اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہونے پر اُن کی والدہ مکرمہ اُنہیں اپنی گود میں اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس لے آئی۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ اے مریمؑ تو نے ناجائز طور پر یہ بیٹا کیسے جن دیا نہ تو تیرا باپ بُرا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی اس پر ماں نے بجائے کچھ جواب دینے کے لڑکے کی طرف اشارہ کیا اس نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

(۱۲) اب مذکورہ بالا آیات کا حضرت عیسیٰؑ کے حق میں ایسا ترجمہؒ اور تفسیر کرنا گویا عیسائیوں کے ہاتھوں میں اسلام کے خلاف ایک حربہ دے کر یہ اعتراض کرنے کا موقع دینا ہے۔ کہ اصل نبوّت تو حضرت عیسیٰؑ کی تھی کہ پیدا ہوتے ہی کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اور حضرت محمد رسول اللہؐ کی نبوّت (نعوذ باللہ) چالیس سال کے دنیاوی تجربات کی بنا پر تھی حبِ دنیا کا اونچ نیچ دیکھ لیا تب نبی اور رسول ہونے کا دعوےٰ

ؒ ان آیات کا صحیح ترجمہ اور تفسیر دیکھنے کے لئے خاکسار کی کتاب ولادتِ مسیحؑ ملاحظہ کیجئے جس کے مطالعہ کے بعد ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ اعتراض پیدائش کے متعلق نہ تھا۔ بلکہ نبوّت کے متعلق تھا جس کے ساتھ جواب کی مطابقت بھی پائی جاتی ہے۔

کر دیا۔ بہر حال اکثر اہل اسلام اپنے ہاتھوں سے ہی حضرت عیسٰیؑ کو وہ فضیلت دیتے ہیں جو کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کو نہیں دیتے یہی وجہ ہے کہ ایک عیسائی کا مسلمان ہو جانا تو بہت مشکل مگر اس کے بالمقابل ایک مسلمان کا عیسائی ہو جانا بہت آسان۔ حضرت میرزا غلام احمد مجدد صدی چہاردہم نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند　　مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند　　دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

(۱۳) خدا جانے ایسے حضرات کی ذہنیت کیسی ہے کہ کلمہ تو حضرت محمد رسول اللہؐ کا پڑھتے ہیں مگر ہر طرح کی فضیلت حضرت عیسٰیؑ کو دیتے ہیں پھر لطف یہ ہے کہ ایسی فضیلتوں کو خصوصیت مسیحؑ قرار دیتے ہیں اور عیسائی صاحبان انہیں الوہیت مسیحؑ کے نام سے پکارتے ہیں۔ چنانچہ اکثر مسلمانوں کے اعتقادات اور مسلمات جو کہ وہ ہر دو رسولوں کے متعلق رکھتے ہیں ذیل کے مقابلے میں پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین آسانی سے ایک تو یہ سمجھ سکیں کہ کس رسول کو فضیلت پہنچتی ہے اور دوسرے اس بات کا اندازہ لگا سکیں کہ ایسے اعتقاد رکھنے والے مسلمان کیونکر عیسائیوں میں اپنے مذہب اسلام کی تبلیغ کر سکتے ہیں؟

حضرت عیسٰیؑ علیہ السلام کے متعلق	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق
(۱) حضرت عیسٰیؑ کی والدہ مکرمہ کو خدا کی خاص قدرت سے بغیر خاوند کے حمل ہوا۔	(۱) حضرت محمد رسول اللہؐ کی والدہ محترمہ کو خاوند کے ذریعے بغیر خدا کی خاص قدرت کے حمل ہوا۔
(۲) حضرت عیسٰیؑ روح سے پیدا ہوئے	(۲) حضرت محمد رسول اللہؐ نطفہ سے
(۳) حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش خدا کا معجزہ تھی کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔	(۳) حضرت محمد رسول اللہؐ کی پیدائش خدا کا معجزہ نہ تھی کیونکہ اُن کی ولادت باپ کے ذریعے ہوئی۔
(۴) حضرت عیسٰیؑ کو پیدا ہوتے ہی کتاب اور نبوّت مل گئی	(۴) حضرت محمد رسول اللہؐ کو چالیس سال کی عمر تک کتاب اور ایمان کا علم نہ ہو سکا۔

(۵) حضرت عیسےٰؑ نے چمگاڈر اور دیگر پرندے بنائے۔[1]

(۵) حضرت محمد رسول اللہؐ نے کوئی جانور نہیں بنایا

(۶) حضرت عیسےٰؑ نے جسمانی مردے زندہ کئے اور اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دی۔[2]

(۶) حضرت محمد رسول اللہؐ نے نہ تو جسمانی مردے زندہ کئے اور نہ اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دی۔

(۷) حضرت عیسےٰؑ کو اتنا علم غیب تھا کہ وہ لوگوں کو بتا دیا کرتے تھے کہ تم گھر سے فلاں چیز کھا کر آئے ہو۔[3]

(۷) حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔

(۸) جب حضرت عیسےٰؑ کے قتل کی تدبیریں ہو رہی تھیں تو اللہ نے اُنہیں آسمان پر اُٹھا لیا حالانکہ اُنہوں نے کبھی بھی "رفعنی" کی دعا نہیں مانگی۔

(۸) جب حضرت محمد رسول اللہؐ کے قتل کی تدبیریں ہو رہی تھیں تو اللہ نے اُنہیں آسمان پر نہ اُٹھایا حالانکہ وہ کثرت سے "رفعنی" کی دعا پڑھا کرتے تھے۔

(۹) حضرت عیسےٰؑ ہزارہا سال سے بجسد عنصری آسمان پر رہتے ہیں کیونکہ کھانے پینے کا محتاج نہ ہونے کی وجہ سے اُن کے جسم میں کوئی تغیر نہیں آتا۔

(۹) حضرت محمد رسول اللہ معراج کی رات میں آسمان پر دن کا ایک لمحہ بھی نہ رہ سکے کیونکہ کھانے پینے کا محتاج ہونے کی وجہ سے اُن کے جسم میں تغیر آتا تھا۔

---

[1] [2] [3] وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۵ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۙ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ ۵ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ "اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بات لایا ہوں کہ میں تمہارے لئے کیچڑ سے پرند کی شکل کی مانند تجویز کرتا ہوں پھر اسکے اندر پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اُڑنے والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے حکم سے شب کور اور کیلوہری والے کو اچھا کرتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور جو تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ رکھو اس کی خبر دیتا ہوں یقیناً اس میں تمہارے لئے نشان ہے اگر تم مومن ہو۔" (۳ آیت ۴۸)

(۱۰) حضرت عیسٰیؑ کے قول " فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي " کے معنی اُن کے حق میں آسمان پر اُٹھانے کے لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ آج تک زندہ آسمان پر موجود ہیں اور دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔

(۱۰) حضرت محمد رسول اللہؐ کے قول " فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي " کے معنی اُن کے حق میں وفات دینے کے لئے جاتے ہیں چنانچہ اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ عرصہ سے زمین میں مدفون ہیں اور دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔

بلاشبہ حضرت عیسٰیؑ کی ایسی خودساختہ فضیلتیں عیسائیوں کو اہل اسلام میں اپنا مذہب عیسویت پھیلانے کے لئے ففتھ کالم یعنی خفیہ مسیحی مبلغین کا کام دے رہی ہیں مگر افسوس برادرانِ اسلام نہ تو عیسائیوں کی سیاسی چالوں کو سمجھتے ہیں اور نہ مذہبی چالوں کو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور

اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۞

نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۳۳ آیت ۴۰)

اتمام حجت بر ختم نبوت

حصہ اول

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے بلکہ وفات پا چکے ہیں لہٰذا وہ دنیا میں دوبارہ نہیں آئیں گے۔

پہلی فصل

وہ آیات جن سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ بجسد عنصری آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔

(۱) إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ "جب اللہ نے کہا اے عیسٰیؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں اور تجھے اُن سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی اُنہیں اُن پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں" (۳ آیت ۵۵)

مذکورہ بالا آیت کے متعلق مفصل بحث "وفات مسیحؑ" کے موقع پر کی جائے گی فی الحال رفع کے لفظ پر ہی بحث کر کے یہ دکھانا مقصود ہے کہ رفع کے معنی جسموں کو آسمان پر اُٹھانے کے ہرگز نہیں ہوتے۔ اس آیت کے ماتحت عام طور پر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ جب یہودی حضرت عیسٰیؑ

سکے قتل کے درپے ہو گئے تو اس وقت اللہ نے انہیں بجسد عنصری آسمان پر اٹھا لیا چنانچہ اس کے ثبوت میں اس آیت کے الفاظ "رَافِعُكَ اِلَیَّ" کا یہ ترجمہ کیا جاتا ہے "اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں" اور آسمان کا لفظ اپنی پاکٹ سے لگا کر یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ تمہیں آسمان پر اٹھا لوں گا۔ اب یہ استدلال قطعاً غلط ہے کیونکہ رفع اللہ کی طرف ہے اور اس کا کوئی جسم نہیں جو آسمان پہ ہو کیونکہ وہ مکان سے پاک ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اللہ کی طرف یا رب کی طرف جانے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے جسم کا جانا مراد نہیں بلکہ قرب روحانی مراد ہے ذیل کی آیات پر غور کیجئے۔

(الف) اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ "وہ جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں" (۲-آیت ۱۵۶)

(ب) وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ "اور (ابراہیم نے) کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ (۲۹-آیت ۲۶)

(ج) وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ "اور (ابراہیم) نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں۔ (۳۷-آیت ۹۸)

(د) اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ۝ یہ ایک نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے" (۷۳-آیت ۱۹)

(ہ) یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ "اے اطمینان پانے والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ آ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی سو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (۸۹-آیت ۲۷ تا ۳۰)

(۲) اب "رَافِعُكَ اِلَیَّ" کے وعدہ کے ماتحت قرآن پاک کے ان الفاظ

"بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيهِ" (۴ آیت ۱۵۸) کو بطور وعدہ وفاتی کے پیش کر کے یہ ترجمہ کیا جاتا ہے "بلکہ اُن کو اللہ نے اپنی طرف اُٹھا لیا" اور آسمان کا لفظ اپنی گرہ سے زاید کر کے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ اُن کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ اب یہ نتیجہ بھی قطعاً غلط ہے کیونکہ رفع کے معنی آسمان پر اُٹھانے کے ہرگز نہیں ہوتے بلکہ قرب عطا کرنے اور درجات بلند کرنے کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام "الرّافع" سے ثابت ہوتا ہے جس پر عربی کی مشہور لغات لسان العرب گواہ ہے اگر "الرّافع" کے معنی جسموں کو اُٹھانے والا کے ہی ہوتے تو پھر یہ چاہیئے تھا کہ دوسرے نبی بھی بجسد عنصری آسمان پر اُٹھائے جاتے گویا کسی کا جسم پہلے آسمان پر اور کسی کا دوسرے پر ترتیب وار تمام آسمانوں پر رکھے جاتے۔ علاوہ ازیں ذیل کی آیات سے بھی رفع کے معنی درجات بلند کرنے کے ہی ثابت ہوتے ہیں۔

(الف) تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط" اُن رسولوں میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے اُن میں سے وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کو مراتب میں بلند کیا۔" (۲ آیت ۲۵۳)

(ب) وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ "اور اگر ہم چاہتے تو اُن کے ذریعے سے اس کا مرتبہ بلند کر دیتے لیکن وہ زمین کے ساتھ لگ گیا اور اپنی (گری ہوئی) خواہش کی پیروی کی (۷ آیت ۱۷۶)

رفعت انام

لے قرآن پاک کے اِن الفاظ سے تو یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بجسد عنصری آسمان پر اُٹھا لئے گئے اور حدیث کے الفاظ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم کے ماتحت یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اُتریں گے گویا دونوں جگہ آسمان کا لفظ اپنے پاس سے زاید کر کے قرآن کریم اور حدیث شریف کی مطابقت کی جاتی ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ ایسی تفسیر کو تفسیر بالرائے بھی نہیں کہا جاتا۔!

(ج) وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ " اور ہم نے اُسے (ادریسؑ کو) بلند مقام پر اُٹھایا (۱۹-آیت ۵۱)
حضرت ادریسؑ کے متعلق بھی اکثر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے
ایسے صاحبان سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا مرنے کے لئے پھر وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اس
آیت کو پڑھ کر جواب دیجئے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى
اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوسری
دفعہ نکالیں گے (۲۰-آیت ۵۶)

(د) فِیْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ " یہ نور اُن گھروں میں جن کے متعلق اللہ
نے اذن دے دیا ہے کہ وہ بلند کئے جائیں " (۲۴ آیت ۳۶)

(ہ) اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ط " اللہ ہی کی طرف
طیب کلمے چڑھتے ہیں اور نیک عمل ہی انسان کو اونچا کرتا ہے " (۳۵-آیت ۱۰)

(و) يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط " اللہ
اُن لوگوں کے درجے بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا (۵۸ آیت ۱۱)

(۳) نہ صرف قرآن مجید بلکہ احادیث سے بھی رفع کے معنی درجات بلند کرنے کے
ہی ہوتے ہیں ذیل کی احادیث ملاحظہ کیجئے۔

(الف) فمن تواضع رفعہ اللّٰہ " جو تواضع کرے اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے "
(کنز العمال جلد ۲) صاف ظاہر ہے کہ بجسدِ عنصری آسمان پر نہیں اُٹھایا جاتا۔

(ب) فاذا تواضع رفعہ اللّٰہ بالسلسلۃ الی السماء السابعۃ " جب بندہ
تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے زنجیر کے ساتھ ساتویں آسمان پر بلند کرتا ہے " (کنز العمال جلد ۲)
یہاں رفع بھی ہے ساتواں آسمان بھی ہے زنجیر بھی ہے مگر پھر بھی جسم کا اُٹھانا مراد
نہیں بلکہ قرب اور بلند درجات ہی مراد ہیں

(ج) آنحضرتؐ کی وہ دعا جو آپ دو سجدوں کے درمیان پڑھا کرتے تھے جس میں یہ

الفاظ آتے ہیں " وارفعنی" اے خدا مجھے بلند کر۔ کیا اب اس دعا کا یہ مطلب ہے ؟ کہ اے اللہ مجھے جسم سمیت آسمان پر اُٹھا لے اگر اس کے یہی معنی ہیں تو پھر یہ دعا نہ تو رسول اللہؐ کی اور نہ کسی دوسرے مسلمان کی آج تک قبول ہوئی کیونکہ کوئی شخص بجسد عنصری آسمان پر نہیں اٹھایا گیا اور نہ آج کل کوئی اُٹھایا جاتا ہے حالانکہ اب بھی اکثر اہل اسلام یہ دعا پڑھتے ہیں اب یہ کس قدر بے انصافی ہے کہ رفع کے معنی حضرت عیسٰیؑ کے حق میں تو آسمان پر اٹھانے کے لئے جاتے ہیں مگر حضرت محمد رسول اللہؐ کے حق میں ایسے معنی نہیں کئے جاتے پھر لطف یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کا تو بغیر کسی قسم کا مطالبہ ہونے کے ہی آسمان پر جانا تسلیم کیا جاتا ہے مگر حضرت محمد رسول اللہؐ کا باوجود کفار کا مطالبہ ہونے کے پھر بھی آسمان پر جانا تسلیم نہیں کیا جاتا۔ دوستو! اتنا بڑا نمایاں فرق کیوں ہے ؟ آخر اس کا کچھ تو جواب ہونا چاہیئے۔

اس آیت کو ملاحظہ کیجئے ۔ وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۝ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۝ "اور کہتے ہیں ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لئے اس زمین سے چشمہ بہادے یا تیرا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو پھر تو اس کے اندر خوب نہریں بہا نکالے یا تو آسمان کو جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرادے یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے یا تیرا سونے کا گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو بھی نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہم پر کتاب نہ اُتارے جسے ہم پڑھ لیں " ۱۷/ آیت ۹۰ تا ۹۳)

بلا شبہ ایسے مطالبہ کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا حضرت محمد رسول اللہؐ کو آسمان پر نہ اُٹھانا صاف ثابت کرتا ہے کہ نہ صرف یہ مطالبات بلکہ نبیوں کا بجسد عنصری آسمان پر

اُٹھانا بھی سنت اللہ کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ ان تمام مطالبوں کے متعلق ایک ہی جواب دیا گیا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ کہہ میرا رب پاک ہے میں صرف ایک بشر رسول ہوں" (۱۷ آیت ۹۳) اگر انبیاء علیہ السلام کا بجسد عنصری آسمان پر اُٹھایا جانا سنت الٰہی میں داخل ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے حضرت محمد رسول اللہؐ کو آسمان پر لے جانے کے واسطے اس سے کونسا بہتر موقع ہو سکتا تھا جب کہ کفار بھی ایمان لانے کو تیار بیٹھے تھے۔ ایسے موقع پر آنحضرتؐ کو آسمان پر نہ اُٹھانا صاف ثابت کرتا ہے کہ معراج بھی روحانی تھا عقلمند صاحبان کے غور کرنے کا موقع ہے۔

(۴) باوجود اس امر کے کہ مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے رفع کے معنی درجات بلند کرنے اور مقرب بنانے کے ثابت ہوتے ہیں مگر پھر بھی حامیاں حیات مسیح یہی کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کو قتل اور صلیب کی موت سے بچانے کے لئے آسمان پر اُٹھا لیا گیا تھا چنانچہ اس کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط "اور اُنہوں نے اُس (مسیحؑ) کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُسے اپنی طرف اُٹھا لیا" (۴ آیت ۱۵۷) ایسے صاحبان اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر حضرت مسیحؑ کو آسمان پر اُٹھا لیا گیا تھا تو پھر اُسے یقینی طور پر قتل نہ کرنے کے کیا معنی؟ دوستو! اِن الفاظ سے ہی صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ کچھ ایسے زخمی ہو گئے تھے جس سے یہ شک پڑ گیا تھا کہ وہ قتل ہو گئے یہی وجہ ہے کہ اللہ نے فرمایا وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج "اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے اس کے متعلق اختلاف کیا اس بارے میں شک میں ہیں اُن کو اس کا کوئی علم نہیں صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں" (۴۔ آیت ۱۵۷) اگر حضرت مسیحؑ کو آسمان پر ہی اُٹھا لیا گیا تھا تو پھر اُن کے مقتول ہو جانے کے متعلق اختلاف اور شک کرنا اور گمان کی پیروی کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بلاشبہ حضرت مسیحؑ کے مقتول ہو جانے کا اُنہیں یقین نہیں تھا کیونکہ وہ یقینی طور پر قتل نہیں ہوئے تھے جو مر ہی جاتے جو کہ یہودیوں کا اصل مدعا تھا۔

(۵) حقیقتاً حضرت مسیحؑ مثل مردہ کے ہو گئے تھے جیسا کہ قرآن پاک کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ" اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پر مارا مگر وہ اُن کے لئے مشابہ ہو گیا (۴۔ آیت ۱۵۷) اس جگہ سوائے مسیحؑ کے اور کسی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ ہی ایسی حالت کے مشابہ ہو گئے تھے کہ اُس وقت کے یہودیوں اور عیسائیوں کو یہ شبہ ہو گیا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ حالانکہ وہ زندہ تھے اور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا قرآن کریم کے الفاظ " اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ " پر غور کیجئے۔ اور یہ ارشاد بھی اُس وقت تھا جب کہ یہودی حضرت عیسٰیؑ کو قتل کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے اِس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝" (یہودیوں نے) تدبیر کی اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔" (۳۔ آیت ۵۳) گویا یہودی تو یہ تدبیر کر رہے تھے کہ حضرت عیسٰیؑ کو قتل اور صلیب کی موت سے ماریں مگر اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ یہ تدبیر کر رہا تھا کہ اُن کو ایسی موت سے بچا کر طبعی موت سے مارے۔ سو اللہ کی تدبیر غالب آئی اور وہ قتل اور صلیب کی موت سے بچ گئے اور اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے۔

(۶) بلا شبہ قتل کی موت سے بچانے کے لئے حضرت مسیحؑ کو آسمان پر اُٹھانا نہ صرف سنت اللہ کے خلاف ہے بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی تدبیر اللہ کی تدبیر پر غالب آئی کہ نعوذ باللہ اُسے مجبوراً اُن کے خوف کی وجہ سے انہیں آسمان پر اُٹھانا پڑا۔ برادران اسلام! اگر قتل کی موت سے بچانے کے لئے آسمان پر اُٹھانا ہی سنت الٰہی میں داخل ہوتا تو پھر کس واسطے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اُس وقت جب کہ کفار مکہ آپ کے قتل کی تدبیریں کر رہے تھے آسمان پر نہ اُٹھایا اور کیوں انہیں غار ثور میں پناہ لینی پڑی جبکہ وہ رفعت کی دعا بھی مانگا کرتے تھے اس آیت کو پڑھ کر جواب دیجئے " وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ اور جب وہ جو کافر ہوئے ہیں

تیرے متعلق تدبیریں کرتے تھے تاکہ تجھے قید کردیں یا تجھے قتل کردیں یا تجھے نکال دیں اور وہ تدبیریں کرتے تھے اور اللہ بھی تدبیر کرتا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (۸ آیت ۳۰)

(۷) دوستو! دونوں رسولوں کے لئے قتل کی تدبیریں کی گئیں مگر اللہ نے دونوں کے حق میں بہتر تدبیر یہ کی کہ اُن کو قتل کی موت سے بچا کر طبعی موت سے وفات دی۔ اب یہ کہنا کہ حضرت عیسےٰؑ کو تو قتل کی موت سے بچانے کے لئے آسمان پر اُٹھا لیا گیا تھا سراسر مولوی صاحبان کی جہالت ہے جو کہ انی متوفیک کے الفاظ پر کوئی غور نہیں کرتے حالانکہ یہ الفاظ، رافعک الیٰ، سے پہلے ہیں اور ان کے معنی بھی " وفات دینے " کے ہیں جیسا کہ بخاری سے ثابت ہوتا ہے قال ابن عباس مُتوفیک مُمیتیک،، بعض مولوی صاحبان ان معنوں کو صحیح تو مان لیتے ہیں مگر بعد ازاں قرآن پاک کے ان الفاظ کو مقدم اور متوخر کا ڈھونگ لے کر اپنی جگہ سے بدلنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ حضرت مسیح کا وفات پانے سے پہلے رافعک الیٰ کے ماتحت آسمان پر اُٹھایا جانا ثابت ہو جائے۔ حالانکہ کلام ربانی کو اپنی جگہ سے بدلنا یہودیوں کی خصلت ہے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

(الف) مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ۔ " اُن لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے بعض باتوں کو اُن کے موقعوں سے بدل دیتے ہیں " (۵ آیت ۱۴)

(ب) يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ۔ " (اللہ کی) کلام کو اُن کی جگہ سے جاننے کے بعد بدلتے ہیں " (۵ آیت ۴۱)

بلاشبہ " مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ " کی آیت میں تقدیم اور تاخیر ماننے سے اللہ تعالےٰ کے علم میں نقص لازم آتا ہے۔ کہ کیا اُسے اس بات کا علم نہیں تھا۔ کہ آخری زمانہ میں ان الفاظ پر بڑا فتور پڑے گا۔ اگر اس کے علم میں فی الحقیقت یہی مقصود تھا کہ لفظ رَافِعُكَ پہلے ہو تو پھر کیوں اس نے مُتَوَفِّيكَ کے لفظ کو پیچھے نہ رکھا۔ کیا خدا تعالیٰ کو ایسا کرنے میں کوئی تکلیف تھی۔ یا کوئی کسر شان تھی۔

دوستو! اللہ تعالےٰ نے جس ترتیب سے قرآن پاک کو اُتارا ہے وہ حرفاً حرفاً درست اور باانتظام ہے اس میں کسی طرح کی تقدیم اور تاخیر یا تبدل و تغیر نہیں ہو سکتا۔ اگر ترتیب خداوندی میں ایک بال کے برابر بھی فرق آ گیا تو پھر حفاظت قرآن کریم کہاں رہی۔

(۸) دراصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کے حق میں رفع کا لفظ استعمال کرنے سے اللہ تبارک تعالےٰ کو یہودیوں اور عیسائیوں کے اس باطل عقیدے کی کہ وہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوئے۔ تردید کرنا منظور تھا چونکہ یہودی حضرت مسیحؑ کو قتل کرنا اور صلیب پر مارنا چاہتے تھے جس کی تہ میں اصل غرض یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کو لعنتی قرار دے کر جھوٹا نبی ثابت کرسکیں۔ جیسا کہ بائیبل میں لکھا ہے "کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ خدا کا ملعون ہے استثناء ۲۱ ایت ۲۲ و ۲۳ اور گلتیوں ۳ آیت ۱۳ میں پولوس کہتا ہے "کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے" بلا شبہ ملعون خدا کی رحمت سے دُور ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کا مقرب نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ جب یہودی حضرت مسیحؑ کو قتل کرنے اور صلیب دینے کی تدبیریں کر رہے تھے تو اُس وقت اللہ تعالےٰ نے اُن کو ایسی موت سے بچانے اور طبعی موت سے مارنے کا وعدہ کیا جیسا کہ کلام ربانی کے الفاظ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ سے ثابت ہوتا ہے۔ حقیقتاً طبعی موت سے وفات پانا قتل اور صلیب کی موت کے مقابلے پر ایک عزت کی موت ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کے حق میں نہ صرف طبعی موت کے ساتھ رفع کا لفظ آیا بلکہ جس جگہ ان کے قتل اور صلیب سے نہ مرنے کی نفی کی گئی ہے۔ وہاں بھی رفع کا ہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ۔ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔ "اور انہوں نے اس کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُسے اپنی طرف بلند کیا" (۴ آیت ۱۵۷) گویا یہودی تو حضرت مسیحؑ کو قتل اور صلیب کی موت دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ لعنتی موت سے مر کر خدا کی رحمت سے دور ہو گیا۔ کیونکہ اس کی روح شیطان کی طرف گئی مگر اُس کے بالمقابل اللہ تعالےٰ انہیں طبعی موت دے کر اور قتل اور صلیب کی موت کی نفی کر کے اپنا مقرب بنانا چاہتا تھا۔ تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ حضرت عیسٰیؑ خدا کی رحمت کے نزدیک ہیں اور ان کی روح اللہ کی طرف گئی۔ کیونکہ لعنتی کے بالمقابل مقرب کا ہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کے لئے رفع کا لفظ استعمال کیا گیا۔

(۹) بفرض محال اگر "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" ۔ بلکہ اللہ نے اُسے اُٹھالیا" کا مطلب "جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا" کا ہی درست سمجھا جائے تو پھر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کی وفات کے بعد ان الفاظ کا جن سے اس وقت حیات مسیحؑ ثابت کی جاتی ہے ۔ کیا ترجمہ ہوگا اور کیا مطلب لیا جائے گا مثال کے طور پر ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے ۔

سال	قرآن پاک کے الفاظ	ترجمہ	مطلب
۱۹۸۱ جبکہ حضرت عیسٰے آسمان پر زندہ موجود ہیں	بل رفعہ اللّٰہ الیہ	بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا ۔	حضرت عیسٰیؑ بجسد عنصری زندہ آسمان پر موجود ہیں
۱۹۶۰ جبکہ حضرت عیسٰیؑ نزول کے بعد زمین پر ہونگے	"	"	"
۱۹۸۰ جب کہ حضرت عیسٰیؑ کی وفات کے بعد ان کا مقبرہ بن جائیگا	"	"	"

دوستو ! اگر مذکورہ بالا الفاظ سے اس وقت حیات مسیح ثابت ہو سکتی ہے ۔ تو پھر ان کی وفات کے بعد جو کہ نزول کے بعد واقع ہو گی ۔ انہیں الفاظ سے کیونکہ حیات مسیح ثابت نہ ہوگی یہ تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ حضرت عیسٰیؑ میں وفات کی وجہ سے تبدیلی آجانے سے قرآن پاک کی آیات کے ترجمہ میں بھی کوئی تبدیلی ہو سکے ۔

(۱۰) برادران اسلام کے لئے یہ بھی ایک غور کرنے کا موقع ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کی وفات کے بعد قرآن پاک تو دنیا میں موجود رہے گا ۔ اور اُن کے متعلق یہ الفاظ بل رفعہ اللّٰہ الیہ بھی اسی طرح سے باقی رہیں گے ۔ اگر ان الفاظ کا اُس وقت یہی ترجمہ اور مطلب ہو گا ۔ جو آج کل لیا جاتا ہے ۔ تو پھر حضرت مسیحؑ کی وفات کے بعد بھی یہی سمجھا جائے گا ۔ کہ وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں گویا نعوذ باللہ قرآن کریم لوگوں کو دھوکا دے گا ۔ حالانکہ وہ وفات

پا چکے ہوں گے - مگر کلام ربانی سے اُن کا آسمان پر زندہ رہنا ہی ثابت ہوگا - دوستو! جب اس وقت کلام الہی سے حضرت عیسٰیؑ کی وفات ثابت نہیں ہوسکتی - تو پھر ان کی وفات کے بعد کیونکر قرآن مجید سے وفات مسیحؑ ثابت ہوسکے گی جب کہ اُن کی وفات کے بعد قرآن پاک میں نہ تو کسی قسم کا تغیر تبدل ہوگا اور نہ کوئی ایسے الفاظ زاید کئے جائینگے جن سے یہ سمجھا جائے کہ اب حضرت عیسٰیؑ فوت ہو چکے ہیں - جواب دینے سے پہلے مہربانی کرکے اس بات پر غور کرلیا جائے - کہ " اٹھا لیا " ماضی کا صیغہ ہے نہ کہ مستقبل کا - بعض مولوی صاحبان یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کے مرنے کے ساتھ ہی قیامت آجائے گی - جو کہ قطعاً غلط ہے - کیونکہ قیامت تو اُس وقت ہو گی جب کہ کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہیگا - اور حضرت عیسٰیؑ تو اشاعت اسلام کے لئے آئینگے نہ کہ اشاعت کفر -

دوسری فصل

وہ آیت جس سے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے - کہ تمام یہودی حضرت مسیحؑ پر ایمان لے آئیں گے -

(۱) وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ‌ ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا ۚ " اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے اس پر ایمان لے آئیگا - اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا " (۴ آیت ۱۵۹) چونکہ حضرت عیسٰیؑ کا دوبارہ آنا تسلیم کیا جاتا ہے - لہٰذا اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے - کہ وہ زندہ ہیں - اور تمام یہودی اُن پر ایمان لے آئینگے - حالانکہ بہت سے یہودی بغیر ایمان لانے کے ہی مر جاتے ہیں اور اُن کے حق میں یہ پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی - یہی وجہ ہے کہ یہ استدلال قطعاً غلط ہے - کیونکہ یہودی تو قیامت تک دنیا میں رہیں گے - دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے - کہ قیامت سے پہلے کوئی ایسا وقت نہیں آئے گا - کہ دنیا میں یہودی موجود نہ ہوں - جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہوتا ہے -

(الف) وَجَاعِلُ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۚ

"اور جنہوں نے تیری پیروی کی اُنہیں اُن پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں" (۳ آیت ۵۴)

(ب) وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۔ "اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک دشمنی اور بغض ڈال دیا" (۵ آیت ۶۴) مذکورہ بالا آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کی پیروی کرنے والے ان لوگوں (یہودیوں) پر جنہوں نے ان کا انکار کیا قیامت تک غالب رہیں گے گویا غالب اور مغلوب کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور اُن میں دشمنی بھی قیامت تک رہے گی۔ اگر سب کے سب یہودی حضرت مسیح پر ایمان لے آئیں۔ اور کوئی مغلوب گروہ نہ رہے۔ تو پھر نہ صرف اللہ تعالےٰ کا مذکورہ بالا وعدہ جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ بلکہ اس کے علم غیب میں یہ نقص لازم آتا ہے۔ کہ کس واسطے اُس نے حضرت عیسٰیؑ کی پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن تک غالب رکھنے کا وعدہ کیا۔ جب کہ مغلوب گروہ یہودیوں نے قیامت سے پہلے ہی نابود ہوجانا تھا۔ عقلمند حضرات کے لئے غور کرنے کا موقع ہے۔ دوستو! کلام ربانی کا ایسا ترجمہ اور تفسیر کرنا جو کہ اس کی دوسری آیات کے خلاف ہو قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ کلام الٰہی میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک شاہد ہے اس آیت کو ملاحظہ کیجیے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔ "پھر کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے" (۴ آیت ۸۲)

(۲) علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ اگر حضرت عیسٰیؑ بطور مجدد یعنی رسول اللہ کے اُمتی بن کر آئیں گے تو پھر اُن پر یہودیوں کا ایمان لانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جب کہ وہ خود ہی حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لا کر تو مسلم کہلائیں گے۔ اور اگر وہ نبی کی حیثیت میں آئیں گے تو اُس وقت یہودی حضرت عیسٰیؑ پر ایمان لائیں گے۔ نہ کہ حضرت محمد رسول اللہ پر۔ پھر بھی اس سے مسلمانوں کو تو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ سوائے اس کے کہ اُس زمانہ کے نبی

حضرت عیسیٰؑ قرار دیئے جائیں جن پر یہودی ایمان لائیں گے دراصل کلام ۔ باقی ہیں ... کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ اس جگہ اہل کتاب سے مراد صرف یہودی لئے جاتے ہیں حالانکہ عیسائی بھی شامل ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰؑ قیامت کے دن اُن پر بھی گواہ ہوں گے اور اُن کے باطل عقائد کی تردید کریں گے ۔

(۳) دراصل زیربحث آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے جو کہ دوسری آیات کے خلاف بھی نہیں ۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ " اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر وہ اس کے مرنے سے پہلے ہی اس (کی موت) پر ایمان لے آئے گا ۔ اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا (سورۃ ۴ آیت ۱۵۹)

اب قرآن پاک کی یہ پیش گوئی لفظاً پوری ہو رہی ہے کیونکہ یہود اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی طبعی موت کے واقع ہونے سے پہلے ہی اس بات پر ایمان لے آتے ہیں کہ وہ قتل اور صلیب کی موت سے مر گیا ۔ حالانکہ وہ اس موت سے بچ گئے تھے اور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے جس کی وہ قیامت کے دن گواہی دیں گے جیسا کہ " فلما توفیتنی " " جب تو نے مجھے وفات دے دی " کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے جن میں قتل اور صلیب سے مرنے کی نفی کر کے طبعی موت سے مرنے کی گواہی دی گئی ہے بلاشبہ " بِهٖ " کی ضمیر قتل اور صلیب کے واقعہ کی طرف جاتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مثل مردہ کے ہو گئے تھے یہی وجہ تھی کہ اُس وقت اُن کی موت کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہو گیا تھا مگر بعد ازاں تمام کے تمام یہود اور نصاریٰ اس بات پر ایمان لے آئے کہ وہ قتل اور صلیب کی موت سے ہی مرے ۔ گویا قرآن پاک کی پیش گوئی پوری ہو گئی اور دونوں گروہوں میں دشمنی کی بنیاد بھی اسی عقیدے پر ہے جو کہ قیامت تک قائم رہے گی کیونکہ یہودی تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوا لہذا وہ جھوٹا نبی تھا اور عیسائی یہ کہتے ہیں کہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے وہ ہمارا نجات دہندہ

ہو گیا اس لئے ہم گناہوں سے نجات پا گئے اگر حضرت عیسٰےؑ کے دوبارہ آنے پر یہود اور نصاریٰ کو اس بات کا یقین ہو جانا تھا کہ وہ قتل اور صلیب کی موت سے نہیں مرے تو پھر اللہ تعالےٰ کا یہ کہنا کہ "وہ قیامت کے دن اُن پر گواہ ہوگا" کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ قتل اور صلیب سے نہ مرنے کی گواہی تو وہ اسی دنیا میں ہی دے چکے ہوں گے۔ اب حضرت مسیحؑ کا قیامت کے دن گواہ ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔

تیسری فصل

وہ آیت جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ قیامت کا نشان ہوں گے۔

(۱) وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ "اور یقیناً وہ قیامت کا نشان ہے (۴۳۔ آیت ۶۱)

اس آیت سے نتیجہ تو یہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ کا دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا اگر اِنَّهٗ کی ضمیر کو اُن کی طرف پھیرا جاتا ہے اب یہ استدلال بھی قطعاً غلط ہے کیونکہ علم کے معنی نشان کے کبھی نہیں ہوتے علاوہ ازیں نہ صرف نزول مسیحؑ بلکہ اُن کی وفات کے بعد بھی مذکورہ بالا الفاظ اسی طرح سے قرآن پاک میں موجود رہیں گے تو پھر ان کا ترجمہ اور مطلب کیا ہوگا؟ اور اُس وقت اِنَّهٗ کی ضمیر کس طرف جائے گی؟ اگر حضرت مسیحؑ کی طرف جائیگی تو پھر بھی حیات مسیحؑ ثابت رہی گویا قرآن پاک سے وفات مسیحؑ تو قیامت ثابت نہ ہو سکے گی۔ حالانکہ وہ قیامت سے پہلے ہی فوت ہو چکے ہوں گے مگر افسوس یہ نکتہ حامیان حیات مسیحؑ کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

حضرات! یہ کوئی مستقبل کا صیغہ نہیں۔ جو آسانی سے یہ کہہ دیا جائے کہ پیش گوئی پوری ہو گئی چونکہ حضرت عیسٰےؑ کا دوبارہ آنا تسلیم کیا جاتا ہے اس لئے اِنَّهٗ کی ضمیر کو اُن کی طرف پھیرا جاتا ہے ورنہ اسی سورت میں اس سے پہلے اِنَّهٗ کی ضمیر دو دفعہ قرآن پاک کی طرف جاتی ہے ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

(الف) اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِىْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِىٌّ حَكِيْمٌ ۝ "ہم نے اسے عربی قرآن بنایا تاکہ تم سمجھو اور یقیناً وہ ہمارے پاس

کتاب کے اصل میں بلند مرتبہ حکمت والا ہے۔" (۴۳۔آیت ۳ و ۴)

(ب) فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔــلُوْنَ ۝ "سو اسے مضبوط پکڑے رہو جو تیری طرف وحی کی گئی ہے بے شک تو سیدھے رستے پر ہے اور یقیناً وہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے شرف ہے اور تم سے پوچھا جائے گا۔ (۴۳ آیت ۴۳ و ۴۴)

اب کیا وجہ ہے کہ تیسری دفعہ بھی اِنَّهٗ کی ضمیر کو قرآن پاک کی طرف نہ پھیرا جائے جیسا کہ حضرت حسنؓ اور حضرت قتادہؓ سے روایت ہے تفسیر ابن جریر ملاحظہ کیجئے اگر یہ کہا جائے کہ اس جگہ قرآن کریم کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو پھر یہ ضمیر کلام ربانی کی طرف کیونکر جا سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض موقع پر باوجود قرآن مجید کا پہلے کوئی ذکر نہ ہونے کے پھر بھی ضمیر کو کلام الٰہی کی طرف پھیر اگیا ہے اس کے ثبوت میں ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

(الف) "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ "اس کے ساتھ اپنی زبان کو مت ہلا تاکہ اسے جلدی لے لے" (۷۵ آیت ۱۶)

(ب) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اُتارا (۹۷/۱)

بلاشبہ قیامت کا علم تو ہمیں قرآن کریم سے ہی حاصل ہوتا ہے ورنہ حضرت عیسٰیؑ تو خود قیامت کے علم سے قطعاً ناآشنا تھے۔ چنانچہ اُن کا اپنا قول ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے "لیکن اُس دن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ (مرقس ۱۳ آیت ۳۲) اور قرآن حکیم بھی اس قول کی تائید کرتا ہے ذیل کی آیات پر غور کیجئے۔

(الف) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ اللہ وہ ہے کہ اُس کے پاس قیامت کا علم ہے۔" (۳۱۔آیت ۳۴)

(ب) وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور اُسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے" (۴۳ آیت ۸۵)

اگر بفرض محال اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اِنّہٗ کی ضمیر حضرت عیسٰی کی طرف جاتی ہے۔ اور وہ قیامت کا نشان ہے تو پھر بھی اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ طبعی موت سے فوت ہو کر اللہ کے پاس جا پہنچے۔ جیسا کہ عندہ علم الساعۃ "قیامت کا نشان اسی کے پاس ہے" سے ثابت ہوتا ہے اور اب وہ دوبارہ دنیا میں آنے والے نہیں کیونکہ تمام لوگ موت کا مزہ چکھ کر ہی اللہ کے پاس پہنچتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے واپس کبھی نہیں آتے۔

چوتھی فصل

وہ آیات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسٰی وفات پا چکے ہیں۔ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ط "جب اللہ نے کہا اے عیسٰی میں تجھے وفات[۱] دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند[۲] کرنے والا ہوں اور تجھے اُن سے پاک[۳] کرنے والا ہوں جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں اُن پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت[۴] دینے والا ہوں۔" (۳ آیت ۵۴)

اللہ نے مذکورہ بالا چار وعدے اُس وقت حضرت عیسٰی کے ساتھ کئے تھے۔ جب کہ یہودی انہیں قتل کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ط "اور انہوں (یہودیوں) نے تدبیر کی اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے" (۳ آیت ۵۳) یہودی تو حضرت عیسٰی کو قتل اور صلیب کی موت سے مارنا چاہتے تھے۔ مگر اس کے بالمقابل اللہ انہیں طبعی موت سے وفات دینا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے لئے "متوفیک" کے الفاظ استعمال کئے گئے بلا شبہ جب خدا فاعل اور مفعول ذی روح اور باب تفعّل ہو تو اس وقت توفّی کے معنی روح قبض کرنے کے ہوتے ہیں۔ خواہ موت کے وقت یا نیند میں جسم لینے کے ہرگز نہیں ہوتے۔ اس کے ثبوت میں ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے۔

(الف) وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۔ "اور تم میں سے جن کی وفات ہو جائے اور بیویاں چھوڑ جائیں۔" (۲ آیت ۲۴۰)

(ب) وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ ۔ "اور وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری روح قبض کرتا ہے۔" (۶ آیت ۶۰)

(ج) فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۔ "اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے فرمانبرداری کی حالت میں وفات دیجیو۔ اور مجھے نیکوں کے ساتھ ملادیجیو (۱۲ آیت ۱۰۱) اگر توفی کے معنی جسم کو ہی آسمان پر اُٹھانے کے ہیں۔ تو پھر حضرت یوسفؑ کا جسم کیوں آسمان پر نہیں اٹھایا گیا۔ کیا اُن کی دعا خدا نے قبول نہیں کی؟ صرف ان کی روح کا ہی قبض کیا جانا صاف ثابت کرتا ہے کہ توفی کے معنی جسم قبض کرنے کے ہرگز نہیں ہوتے۔

(د) وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی ۔ "اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جو وفات پا جاتا ہے۔" (۲۲ آیت ۵)

(ھ) اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا ۔ "اللہ جانوں کو دو طرح پر قبض کرتا ہے۔ ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں اُن کی نیند میں۔" (۳۹ آیت ۴۲)

(۲) اب ہمارے علمائے کرام یہ سمجھتے ہوئے کہ "متوفیک" کے معنی تو وفات دینے کے ہی درست ہیں۔ مگر چونکہ اُن کے اس عقیدے پر کہ حضرت عیسٰیؑ آسمان پر اُٹھا لئے گئے تھے۔ ایک بڑی زد پڑتی ہے اس لئے وہ مذکورہ بالا چار وعدوں کی ترتیب کو ہی اُلٹ دیتے ہیں بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ "متوفّیك" کا وعدہ ابھی تک پورا نہیں ہُوا۔ جب نزولِ مسیح ہوگا اس کے بعد یہ وعدہ پورا ہوگا گویا وہ دوبارہ آکر فوت ہوں گے۔ حالانکہ نہ صرف "متوفّیك" کا وعدہ بلکہ دوسرے تین وعدوں کا بھی علی الترتیب پورا ہونا قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

نمبر وعدہ	وعدہ کے الفاظ	ترجمہ	وعدہ وفائی کے الفاظ	ترجمہ
پہلا وعدہ	اِنّی مُتوفّیك	"میں تجھے وفات دینے والا ہوں" (۳ آیت ۵۴)	فلمّا توفّیتنی	"جب تو نے مجھے وفات دے دی" (۵ آیت ۱۱۷)
دوسرا وعدہ	رافعك الیّ	"میں تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں" (۳ آیت ۵۴)	بل رفعه الله الیه	"بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف بلند کر لیا" (۴ آیت ۱۵۸)
تیسرا وعدہ	ومطهّرك من الّذین کفروا	"اور تجھے کافروں (کے الزامات) سے پاک کرنے والا ہوں" (۳ آیت ۵۴)	وما قتلوه وما صلبوه	"اور انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے صلیب پر مارا" (۴ آیت ۱۵۷)
چوتھا وعدہ	وجاعل الّذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیٰمة	"اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں اُن پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں" (۳ آیت ۵۴)	وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ	اور جب تیرے رب نے خبر دی کہ اُن (یہودیوں) پر قیامت کے دن تک ایسے لوگوں کو اٹھاتا رہیگا جو انکو بُرا عذاب دینگے[1]" (۷ آیت ۱۶۷)

[1] غور کیجیے کہ کس طرح سے یہ پیش گوئی آج تک یہودیوں کے حق میں پوری ہو رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ کھڑا ہو ہی جاتا ہے۔ جس کے ہاتھوں یہ پیشگوئی پوری ہو جاتی ہے۔

(۳) برادرانِ اسلام مذکورہ بالا چار وعدے جو حضرت عیسٰےؑ کے ساتھ کئے گئے تھے۔ وہ سب کے سب پورے ہو چکے ہیں ان کے علاوہ اگر اللہ کا کوئی یہ وعدہ بھی ہوتا کہ ہم حضرت عیسٰےؑ کو دوبارہ دنیا میں بھیجیں گے۔ تو اس کا ذکر بھی اسی جگہ ہونا چاہیئے تھا۔ اب کسی اور وعدہ کا نہ ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔ بلاشبہ حضرت عیسٰےؑ کے آسمان پر اُٹھائے جانے کی بنیاد متوفیك اور رافعك کے غلط ترجمہ کرنے اور مذکورہ بالا وعدوں کی ترتیب کے بدلنے پر رکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ "رافعك" کے الفاظ "متوفیك" کے بعد آتے ہیں۔ جن پر اتنا بھی غور نہیں کیا جاتا کہ اگر حضرت عیسٰےؑ کی وفات نہیں ہوئی تو پھر اُن کا رفع بھی نہیں ہوا۔ دوستو! وفات کے بعد رفع کا ہونا روحانی ہے۔ نہ کہ جسمانی۔ علاوہ ازیں اگر وعدوں کی ترتیب کو بدل دیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالےٰ کے علم میں یہ نقص لازم آتا ہے۔ کہ کیوں نہ اُس نے ان وعدوں کو اُس ترتیب میں رکھا جیسا کہ اُس نے پورے کرنے تھے۔ اب وعدوں کی ترتیب کو کچھ بتانا اور ان کو پورا کسی اور ترتیب میں کرنا اللہ کی شان کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ تو عالم الغیب ہے۔ البتہ انسان ایسی غلطی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اُسے کوئی علم غیب نہیں ہوتا۔ خدا جانے اللہ کی ترتیب کو اُلٹ دینا کون سی عقلمندی ہے۔

(دوسری آیت) وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ اور جب اللہ نے کہا اے عیسٰےؑ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا۔ (کہ) مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنا لو! کہا تو پاک ہے۔ مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور

اس کا علم ہوتا تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا۔ مگر وہی جس کا تونے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ اور میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی اُن پر نگہبان تھا۔ اور تو ہر چیز پر گواہ ہے"

(۱) اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ عیسائیوں نے حقیقی معبود کو چھوڑ کر حضرت عیسٰیؑ اور ان کی والدہ محترمہ کو خدا بنا لیا ہے۔ سو اس کے متعلق قیامت کے دن حضرت عیسٰیؑ سے یہ پوچھا جائے گا کہ "کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوائے دو معبود بنا لو" اس کے جواب میں وہ یہ عرض کریں گے۔

(ا) تو پاک ہے۔ مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا" صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰیؑ نے کبھی بھی اپنی زندگی میں یہ نہیں کہا کہ میں خدا ہوں۔

(ب) "میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا۔ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا رب اور تمہارا رب ہے" چنانچہ اس قول کی تائید انجیل سے بھی ہوتی ہے" تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اُسی اکیلے کی بندگی کر" (متی ۴ آیت ۱۰)

(ج) "اور میں اُن پر گواہ تھا جب تک میں اُن میں رہا" کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور توحید پر قائم تھے۔ جیسا کہ انجیل سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ "جب تک اُن کے ساتھ رہا میں نے تیرے اس نام کے وسیلے سے جو تو نے مجھے بخشا ہے ان کی حفاظت کی میں نے اُن کی نگہبانی کی" (یوحنا ۱۷ آیت ۱۲)

(د) "پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تُو ہی اُن پر نگہبان تھا" کہ میری وفات کے بعد انہوں نے کیا کیا شرک کیا؟ اور اُن کی کیا حالت ہو گئی۔

(۲) ان جوابات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں تو اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ مگر اُن کی وفات کے بعد اُنہوں نے اُسے اپنا معبود بنا لیا۔ جس کا حضرت عیسیٰؑ کو کوئی علم نہیں۔ اب اگر وہ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئیں۔ جیسا کہ عام طور پر اہل اسلام کہتے ہیں۔ تو پھر انہیں اپنی اُمت کا حال دیکھ کر اس بات کا علم ہو جائیگا۔ کہ عیسائیوں نے خدا کو چھوڑ کر اُن کو اور اُن کی والدہ مکرمہ کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ تو ایسی صورت میں اُن کی مندرجہ بالا گواہی جو قیامت کے دن ہوگی جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ باوجود عیسائیوں کے شرک کا علم ہو جانے کے وہ اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے جو ایک نبی کی شان کے شایاں نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ حضرت عیسیٰؑ کی گواہی صرف اُس دیکھے ہوئے زمانہ کی جس میں عیسائی توحید پر قائم تھے۔ اور اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ قرآن پاک میں موجود ہے مگر اُس دیکھے ہوئے زمانہ کی جس میں عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ اور اُن کی والدہ محترمہ کو خدا بنا رکھا تھا۔ کوئی گواہی نہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یا تو حضرت عیسیٰؑ دنیا میں دوبارہ تشریف نہیں لائیں گے۔ یا اُنہوں نے اپنی اُمت کے چشم دید مشرکانہ واقعات کی گواہی کو چھپایا اور جو گواہی کو چھپاتا ہے۔ اُس کا دل گنہگار ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک شاہد ہے۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ "اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص اسے چھپاتا ہے۔ تو اس کا دل ضرور گنہگار ہوتا ہے۔" (۲ آیت ۲۸۳) ایسی حالت میں بجائے حضرت عیسیٰؑ کو گنہگار ٹھہرانے کے بہتر یہی ہے۔ کہ اس بات کو تسلیم کر لیا جائے۔ کہ نہ وہ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اور نہ اپنی اُمت کی مشرکانہ حالت کو دیکھیں گے اور اُن کی وہ گواہی جو کہ قرآن کریم میں مذکور ہے سچی رہے گی۔

(۳) جب اہل اسلام سے یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کب بنایا آیا اُن کی زندگی میں یا وفات پانے کے بعد؟ تو اس کا جواب عام طور پہ یہ دیا جاتا ہے۔ کہ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد گویا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا یہ ترجمہ کیا جاتا ہے" جب تو نے

مجھے آسمان پر اٹھا لیا"۔ اب یہ ترجمہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ بھی یہی کہتے ہیں کہ میری امت نے جو میری تعلیم کو بگاڑا۔ تو میری وفات کے بعد جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کی امت نے ان کی تعلیم کو ان کی وفات کے بعد بگاڑا۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

قول حضرت عیسیٰؑ

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ ...... مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۔

"اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰؑ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا۔ (کہ) مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنالو! کہا تو پاک ہے"...... "میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا"۔ (۵ آیت ۱۱۶ و ۱۱۷)

قول حضرت محمد رسول اللہؐ

قال الا وان اول الخلائق یکسیٰ یوم القیامۃ ابراھیم الا وانہ یجاء برجال من امتی فیؤخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصیحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم" فرمایا سن لو قیامت کے دن ساری خلقت میں پہلے ابراہیمؑ کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اور میری امت کے کچھ لوگ حاضر کئے جائیں گے۔ ان کو بائیں جانب (دوزخ کی طرف) لے چلیں گے میں عرض کروں گا پروردگار یہ تو میرے پیارے اصحاب ہیں جواب ملے گا تم نہیں جانتے تمہارے بعد انہوں نے نئی نئی باتیں (بدعتیں) نکالیں اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰؑ) نے

کہا کہ میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا جب تو نے مجھے وفات دے دی۔

تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔" (بخاری)

(۶) اب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قول فلمّا توفّیتنی کا یہ ترجمہ کرنا کہ "جب تو نے مجھے وفات دے دی" اور حضرت عیسٰیؑ کے قول فلمّا توفّیتنی کا یہ ترجمہ کرنا کہ "جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا" سراسر مولوی صاحبان کی جہالت ہے اور حقیقتاً یہی لوگ مسلمانوں کے زوال کا باعث ہیں۔ کیونکہ نہ تو خود یہ عقل سے کام لیتے ہیں اور نہ دوسروں کو لینے دیتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہوا کہ ایک مولوی صاحب نے جو کہ ایک مذہبی اور قومی درسگاہ میں دینیات اور اسلامی تواریخ کے پروفیسر ہیں، حضرت مسیحؑ کی حیات کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا۔ "وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ" اور وہ (حضرت مسیحؑ) لوگوں سے جھولے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا اور نیکوں میں سے ہوگا۔" (۳ آیت ۴۵) اور بڑے زور شور سے یہ کہا کہ حضرت عیسٰیؑ کا بچپن کا کلام تو قرآن پاک میں موجود ہے مگر وہ کلام جو انہوں نے کہولت کی عمر میں کرنا ہے۔ وہ قرآن کریم میں موجود نہیں ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ابھی تک وہ زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لا کر بڑھاپے کی عمر میں باتیں کریں گے۔ مگر جب اُن پر یہ اعتراض کیا گیا کہ جب حضرت مسیحؑ دوبارہ تشریف لا کر وفات پا جائیں گے۔ اور جو کلام وہ کہولت کی عمر میں کریں گے۔ وہ تو قرآن پاک میں درج نہیں ہوگا۔ لہٰذا کلام زبانی سے وفات مسیحؑ تو ہرگز ثابت نہ ہو سکے گی۔ بلکہ اُن کے بچپن کے کلام سے قیامت تک حیات مسیحؑ ہی ثابت ہوتی رہے گی۔ حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہوں گے۔ تو پھر وہ ایسے خاموش ہوئے کہ آج تک جواب ندارد۔ بلاشبہ حضرت عیسٰیؑ کا وہ کلام بھی جو کہ انہوں نے ادھیڑ عمر میں کیا۔ قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجیے۔ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ "پھر جب عیسٰیؑ نے اُن سے کفر محسوس کیا تو کہا کون اللہ کے ساتھ میرے مددگار ہیں۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان

لائے۔ اور گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں" (۳ آیت ۵۱) کیا یہ حواری حضرت مسیح کے بچپن کے تھے۔ یا کہولت کی عمر کے جو کہ چالیس سال کے بعد شروع ہو جاتی ہے۔

(۵) اگر یہ کہا جائے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسٰیؑ اور اُن کی والدہ صاحبہ کو اُن کی زندگی میں ہی خدا بنا لیا تھا۔ تو پھر حضرت محمد رسول اللہ کا حضرت عیسٰیؑ کے الفاظ کو دہرا کر یہ استدلال کرنا کہ میری اُمت نے میری تعلیم کو میری وفات کے بعد بگاڑا۔ بالکل غلط ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ یہ استدلال اس حالت میں درست رہ سکتا ہے۔ جب کہ حضرت عیسٰیؑ کی اُمت نے بھی اُن کی تعلیم کو اُن کی وفات کے بعد بگاڑا ہو۔ لطف تو یہ ہے۔ کہ جس قدر کھلے الفاظ میں حضرت عیسٰیؑ کی وفات قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے۔ اور کسی نبی کی ثابت نہیں ہوتی۔ مگر افسوس انہیں کو زندہ مانا جاتا ہے اب اس ذہنیت کا کیا علاج کیا جائے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ برادران اسلام کو فہم قرآن عطا کرے۔

(تیسری آیت) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اور محمد ایک رسول ہی ہے اس سے پہلے (سب) رسول مر چکے ہیں" (۳ آیت ۱۴۴)

(۱) اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ سے پہلے کے تمام رسول وفات پا چکے ہیں۔ مگر برادران اسلام حضرت مسیح کو وفات پانے سے مستثنےٰ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی آپ سے پہلے ہی تھے۔ اور اُن کے حق میں بھی یہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق	حضرت محمد رسولؐ کے متعلق
مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ "اور مسیح ابن مریم ایک رسول ہی ہے اس سے پہلے (سب) رسول مر چکے ہیں۔ (۵ آیت ۷۵)	وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ "اور محمد ایک رسول ہی ہے اس سے پہلے (سب) رسول مر چکے ہیں۔ (۳ آیت ۱۴۴)

اس آیت سے تو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔ اور کوئی بھی باقی نہیں جو پھر دنیا میں دوبارہ آئے۔

مگر اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ ایک رسول حضرت مسیحؑ جو کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ سے عین پہلے تھے۔ وہ بھی فوت نہ ہوئے بلکہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجیے۔ کہ حضرت مسیح والی آیت کی رُو سے تو اُن سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ادریسؑ اور حضرت علیہ السلام بھی گویا کوئی رسول زندہ نہیں رہا۔ مگر حضرت محمد رسول اللہؐ والی آیت کی رُو سے اُن سے پہلے کا ایک رسول حضرت مسیحؑ جو باقی رہ گئے تھے۔ وہ بھی فوت نہ ہوئے۔ دوستو! حضرت مسیح کی حیات تو متنازعہ فیہ مسئلہ ہے۔ کسی دوسرے رسول کا نام لیجیے جو آنحضرت سے پہلے گذرا ہو۔ مگر ابھی تک فوت نہ ہوا ہو۔

(۲) علاوہ ازیں قد خلت کے الفاظ سے حضرت عیسیٰؑ کے لیے مر جانے کا استدلال نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت محمدؐ رسول اللہ کی وفات کے اس موقع پر جب صحابہؓ نے آنحضرت کی وفات کا انکار کر دیا۔ اور حضرت عمر فاروقؓ نے یہ کہا تھا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضرت رسول اللہؐ فوت ہو گئے ہیں تو میں اس کا سر تلوار سے اڑا دونگا اسی آیت کو پڑھا تو تمام صحابہؓ نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہؐ فوت ہو چکے ہیں۔ اگر اُس وقت حضرت عیسیٰؑ کا زندہ ہونا تسلیم کیا جاتا تو پھر فوراً صحابہؓ یہ کہہ سکتے تھے۔ کہ جب حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں تو پھر رسول اللہ کیوں فوت ہو جائیں۔ اُس وقت کسی صحابی کا حیات اور نزول مسیح کے متعلق کوئی استدلال نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ ایسی تمام احادیث رسول اللہ کی وفات کے بعد بنائی گئی ہیں۔

علاوہ ازیں آج کل کے مسلمانوں اور صحابہؓ کے ایمان میں کس قدر نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ اُس زمانہ کے اہل اسلام اپنی گردنوں کو قرآن کریم کے استدلال کے سامنے جھکا دیا کرتے

تھے۔ مگر اس وقت کے مسلمان ایسے قرآنی استدلال کو بھی جو کہ دوسری آیت کے مخالف نہ ہو ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ دراصل یہ بھی مسلمانوں کے زوال کی ایک وجہ ہے۔ حالانکہ قرآنی استدلال کے ماتحت بڑوں بڑوں کی گردنیں جھک جاتی چاہئیں۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضؓ کی گردن ایک عورت کے قرآنی استدلال کے ماتحت جھک گئی تھی۔ چنانچہ یہ مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے خطبہ میں یہ بیان کیا کہ عورتوں کو چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ دیا کرو۔ تو اس پر ایک قریش عورت نے یہ کہا کہ اسے خطاب کے بیٹے تو ہم کو روکتا ہے۔ اور اللہ ہم کو دیتا ہے۔ اور یہ آیت پڑھی "وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ط" اور تم اسے (بیوی کو) سونے کا ڈھیر دے چکو تو اس میں سے کچھ نہ لو" (۴ آیت ۲۰) تو اس پر حضرت عمر فاروقؓ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ اور پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ مدینہ کی عورتیں عمر سے زیادہ سمجھدار ہیں۔

چوتھی آیت "وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ" اور وہ جنہیں یہ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں۔ وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ مردے ہیں نہ زندے اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے" (۱۶ آیت ۲۰، ۲۱)

مذکورہ بالا آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ انسان جن کو لوگوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا وہ مر چکے تھے۔ کوئی ان میں سے زندہ نہ تھا۔ اور انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ کب اٹھائے جائینگے۔ بلاشبہ حضرت عیسٰیؑ جن کو عیسائیوں نے اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ وہ بھی ان آیات کے نزول کے وقت مردوں میں داخل تھے۔ اموات کے بعد غیر احیا تاکید کے طور پر لایا گیا ہے۔ کیونکہ اموات سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے۔ کہ آئندہ کبھی ان پر موت آئے۔ اس لئے فرمایا کہ نہیں وہ اس وقت بھی زندہ نہیں۔ عیسائیوں کا حضرت مسیحؑ سے دعائیں مانگنا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ اسے خدا کہہ کر پکارتے ہیں۔ تب ہی

تو قیامت کے دن اُن سے یہ پوچھا جائے گا - یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَ اُمِّیَ اِلٰہَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ" اے عیسٰیؑ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوائے دو معبود بنا لو" (۵ آیت ۱۱۶) اب یہ کہنا کہ مذکورہ آیات صرف بتوں کے لئے ہیں قطعاً غلط ہے کیونکہ الّذین کے الفاظ محض بتوں کے لئے کبھی نہیں آتے اور نہ وہ قیامت کے دن اٹھائے جائینگے۔

(پانچویں آیت) مِنۡہَا خَلَقۡنٰکُمۡ وَ فِیۡہَا نُعِیۡدُکُمۡ وَ مِنۡہَا نُخۡرِجُکُمۡ تَارَۃً اُخۡرٰی ؕ" اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائینگے۔ اور اسی سے تمہیں دوسری بار نکالیں گے" (۲۰ آیت ۵۵)

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے - کہ جو چیز زمین سے پیدا ہوتی ہے - وہ زمین میں ہی جاتی ہے - اب یہ کہنا کہ حضرت عیسٰیؑ بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے تھے قطعاً اس آیت کے خلاف ہے - کیونکہ انسان نے اپنی زندگی تو زمین پر گزارنی ہے جس جگہ اس کی روزی کے سامان رکھے گئے ہیں - نہ کہ آسمان پر ذیل کی آیات ملاحظہ کیجئے ۔

(الف) وَ لَقَدۡ مَکَّنّٰکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡہَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ ۔" اور یقیناً ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور تمہارے لئے اس کے اندر روزی کے سامان رکھے تم بہت کم شکر کرتے ہو" (۷ آیت ۱۰)

(ب) قَالَ اہۡبِطُوۡا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ ۔ قَالَ فِیۡہَا تَحۡیَوۡنَ وَ فِیۡہَا تَمُوۡتُوۡنَ وَ مِنۡہَا تُخۡرَجُوۡنَ ۔" کہا نکل جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور سامان ہے کہا اسی میں تم زندہ رہو گے - اور اسی میں مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے" (۷ آیت ۲۴ و ۲۵)

بلاشبہ قرآن کریم کے ان الفاظ " اسی میں تم زندہ رہو گے" سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ جسم خاکی بغیر زمین کے اور کسی جگہ زندہ نہیں رہ سکتا - جیسا کہ مچھلی بغیر پانی کے زندہ

نہیں رہ سکتی عقلمند حضرات کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔

(چھٹی آیت) وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ "اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی کو نہیں بھیجا۔ سوائے مردوں کے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ پس اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے اور ہم نے اُن کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے۔ کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے"۔ (۲۱ آیت ۷ و ۸)

مذکورہ بالا آیات صاف بتاتی ہیں۔ کہ رسولوں کا جسم بھی دوسرے انسانوں کی ہی طرح ہوتا ہے۔ جو کہ بغیر کھانے پینے کے قائم نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ بھی کھانا کھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ "مسیح ابن مریم صرف رسول ہے۔ اس سے پہلے بھی رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے"۔ (۵ آیت ۷۵) جس سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا نہ تھے۔ کیونکہ جو کھانے پینے کا محتاج ہو۔ وہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے یہ کہ جب تک وہ کھانا کھاتے رہے اُن میں تغیر ہوتا رہا۔ تیسرے یہ کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اب کھانا نہیں کھاتے۔ جیسے حضرت مریمؑ موت کی وجہ سے کھانا کھانے سے رو کی گئیں۔ اسی طرح سے ان کا بیٹا حضرت عیسیٰؑ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اب ان کا جسم خاکی نہیں رہا۔ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ وہ آسمان پر اُسی جسم خاکی کے ساتھ رہتے ہیں۔ تو پھر اُن کا بغیر کھائے پیئے زندہ رہنا اور اُن میں کوئی تغیر بھی نہ ہوتا۔ سراسر مذکورہ بالا آیت کے خلاف ٹھہرتا ہے۔

(ساتویں آیت) وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ "اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی انسان کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ تو کیا اگر تو مر جائے تو یہ

رہ جائیں گے۔" (۲۱ آیت ۳۴)

مذکورہ بالا آیت سے جب خضر علیہ السلام کے زندہ نہ ہونے پر دلیل لی جاتی ہے۔ تو پھر حضرت عیسٰیؑ اس استدلال سے کیونکر باہر رہ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں جب حضرت محمد رسول اللہؐ جن کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں وفات پاگئے۔ تو پھر حضرت عیسٰیؑ کو کس واسطے زندہ مانا جائے۔ اگر خدا حضرت مسیحؑ کو ایک عرصہ دراز تک آسمان پر زندہ رکھ سکتا ہے۔ تو کیا حضرت محمد رسول اللہؐ کو ایک دن بھی معراج کی رات میں آسمان پر زندہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ آخر اس کا کچھ تو جواب ہونا چاہیئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ خدا کی مرضی۔ تو پھر خدا کی مرضی تو یہی ہے۔ کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک اس پر گواہ ہے۔ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ پر غور کیجئے۔ جس پر مفصّل بحث ہو چکی ہے۔ صفحہ ۴۴ تا ۵۰ ملاحظہ کیجئے۔

(آٹھویں آیت) وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ ط" اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے۔ مگر وہ یقیناً کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔" (۲۵ آیت ۲۰)

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ سے پہلے جو رسول گزر چکے ہیں۔ وہ بھی کھانا کھایا کرتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ مگر اب تمام انبیاء علیہ السلام نہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ بازاروں میں پھرتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان میں حضرت عیسٰیؑ بھی شامل ہیں۔ جن کی نسبت اللہ کا صاف ارشاد ہے۔ کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ گویا اب نہیں کھاتے۔ دوستو! حیات مسیحؑ تو متنازعہ فی مسئلہ ہے کسی دوسرے رسول کا نام لیجئے۔ جس کا دنیا سے دانہ پانی اور چلنا پھرنا ختم ہو گیا ہو۔ اور نہ صرف اُسے بجسد عنصری زندہ بلکہ اس کا دوبارہ آنا بھی تسلیم کیا جاتا ہو۔ اگر کوئی ایسی مثال نہ دے سکو تو پھر حضرت عیسٰیؑ کی حیات پر اصرار کرنا کوئی عقلمندی نہیں۔

(نویں آیت) وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ

إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ " اور جب عیسٰی بن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی تصدیق کرتا ہوا جو میرے سامنے توریت سے ہے۔ اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوا جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہے۔ سو جب وہ اُن کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آیا تو انہوں نے کہا۔ یہ صریح جادو ہے" (۶۱ آیت ۶)

(۱) برادرانِ اسلام اگر حضرت عیسٰیؑ اب تک اس دنیا سے گزر نہیں گئے۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ جن کا دوسرا نام احمد مجتبٰیؐ ہے۔ ابتک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے۔ کیونکہ آیت قرآنی اپنے کھلے لفظوں میں بتلا رہی ہے۔ کہ جب حضرت عیسٰیؑ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تب آنحضرت صلعم اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے کیونکہ نص میں آنے کے مقابل جانا بیان کیا گیا ہے جس کی تائید مقدس انجیل سے بھی ہوتی ہے۔ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤنگا۔ تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا" (یوحنا ۱۶ آیت ۷)

(۲) تعجب تو اس امر کا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ تو یہ کہتے ہیں کہ میرے بعد حضرت احمد مجتبٰیؐ تشریف لائیں گے مگر افسوس اکثر مسلمانوں نے اس کے خلاف یہ عقیدہ بنا لیا کہ رسول اللہؐ کے بعد حضرت مسیحؑ آئیں گے۔ ایسے حضرات نے اتنا بھی نہ سوچا کہ دنیا میں جب کسی رسول نے دوسرے رسول کے آنے کی بشارت دی تو ایسا نبی ہمیشہ اپنے مبشر کی وفات کے بعد ہی آیا اس کے خلاف مذہبی تواریخ میں ایک بھی نظیر نہیں ملتی۔ کہ کوئی رسول اپنے مبشر کی وفات سے پہلے ہی آگیا ہو۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ حضرت عیسٰیؑ کی وفات کے بعد دنیا میں تشریف لائے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰیؑ فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے

وہ دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے ۔

(دسویں آیت) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا ہ اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًا ۔ کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کے سمیٹنے والی نہیں بنایا" (ع ۲۹ آیت ۲۵و۲۶)

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے ۔ کہ زمین میں کشش ہے ۔ جو کہ جانداروں کو ہمیشہ اپنی طرف کھینچتی ہے ۔ چنانچہ مشہور قول ہے ۔ کہ ہر ایک چیز اپنے اصل کی طرف پھرتی ہے ۔ چونکہ ایسی مخلوقات مٹی سے بنائی جاتی ہے ۔ لہذا زمین کی طرف جاتی ہے ۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے ۔ کہ آسمان پر نہیں جاتی اس کی وجہ یہ ہے ۔ کہ کرہ ارض کے اوپر سات میل تک تو ہوا ہے اس کے بعد ہوا ندارد ۔ لہذا جاندار اوپر جاکر زندہ نہیں رہ سکتے ۔ کیونکہ اللہ کا قانون ہرگز نہیں بدلتا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے ۔ کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر نہیں گئے ۔ بلکہ زمین پر ہی فوت ہو چکے ہیں +

علاوہ قرآن کریم کے ذیل کی احادیث سے بھی وفات مسیح ثابت ہوتی ہے ۔

کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مصنفہ عارف ربانی امام سید عبدالوہاب شعرانی میں بصفحہ ۴۲ حدیث ذیل بدیں الفاظ لکھی ہے ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ اِنَّمَا کَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ لِاَنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نُوَّابٌ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰی اٰخِرِ الرُّسُلِ وَھُوَ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کَمَا اَبَانَ عَنْ ذٰلِکَ حَدِیْثُ لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ مَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ وَصَدَقَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِکَ فَاِنَّہٗ لَوْ کَانَ مَوْجُوْدَ الْجِسْمِ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰی زَمَانِ وُجُوْدِہٖ لَکَانَ جَمِیْعُ بَنِیْ اٰدَمَ تَحْتَ شَرِیْعَتِہٖ حِسًّا وَلِھٰذَا لَمْ یُبْعَثْ نَبِیٌّ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً اِلَّا ھُوَ خَاصَّۃً فَجَمِیْعُ شَرَائِعِ الْاَنْبِیَآءِ ھِیَ بِالْحَقِیْقَۃِ شَرْعُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

"یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں۔ اور یہ بات فخر کی رو سے نہیں کہتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سردار بنی آدم ہیں۔ اور وجہ یہ ہے۔ کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اُن کے نائب ہیں۔ آدم سے لے کر آخری رسول یعنے حضرت عیسے علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تک جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ اگر موسےٰ اور عیسےٰ زندہ ہوتے تو اُن کو بغیر میری اطاعت کے کوئی چارہ نہ ہوتا اور بلا شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے سچ فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہوتے تو حضرت آدم سے لے کر اُن کے زمانہ وجود تک تمام بنی آدم اُن کی شریعت کے زیر سایہ ہوتے اور یہی سبب ہے کہ کوئی نبی بھی کافۃ الناس کے پاس نہیں بھیجا گیا اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک فرد ہیں۔ جو سب کے لئے مبعوث ہوئے۔ لہذا تمام نبیوں کی شریعتیں فی الاصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہیں"

المواہب اللدنیہ مصنفہ علامہ قسطلانی کے جلد اوّل صفحہ ۴۲ پر یوں لکھا ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ لِفَاطِمَۃَ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ کَانَ یُعَارِضُنِیْ الْقُرْاٰنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَرَّۃً وَاِنَّہٗ عَارَضَنِیْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَامَ مَرَّتَیْنِ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ الَّذِیْ قَبْلَہٗ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃَ سَنَۃٍ وَلَا اَرٰی اِنِّیْ اِلَّا ذَاہِبًا عَلٰی رَأْسِ السِّتِّیْنَ اِنْتَھٰی مُلَخَّصًا

"حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایام بیماری میں جس سے وہ بالآخر فوت ہو گئے فاطمہؓ کو فرمایا تھا کہ جبرائیل ہر سال ایک دفعہ قرآن شریف عرض کیا کرتا تھا۔ اور اس سال اُس نے دو دفعہ عرض کیا ہے۔ اور یہ بھی مجھے خبر دی ہے۔ کہ کوئی بھی نبی نہیں کہ جس کی عمر اپنے ماقبل سے نصف نہ ہوئی ہو۔ اور یہ بھی مجھے خبر دی ہے کہ عیسیٰ بن مریم نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ لہذا میں امید کرتا ہوں کہ میں ۶۰ کے شروع میں اس دنیا سے کوچ کروں گا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنیوالا نبیوں کا۔ آیت ۳۳/۴۰

اتمام حجت بر ختم نبوت

حصہ دوم

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی نہ تھے کیونکہ ان پر وحی نبوت نازل نہیں ہوتی تھی جیسا کہ ان کا اپنا ارشاد ہے "کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷) "قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلۂ وحی رسالت نہ ہو۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

پہلی فصل۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے مختصر حالات زندگی اور دعوی مجددیت

(۱) حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان مغلیہ قوم کی شاخ برلاس سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح پر ہے۔ قراچار جو شاخ برلاس کا مورث اعلیٰ تھا۔ چھٹی صدی ہجری میں داخل اسلام ہوا۔ اس کا پوتا ایزنگال گذرا ہے جس کے دو لڑکے ہوئے ایک طراغی جس کی شاخ سے تیمور صاحبقران ہوا۔ دوسرا حاجی برلاس، اس کی اولاد مرزا ہادی بیگ۔ ان سے محمد سلطان، محمد سلطان سے عبدالباقی اور ان سے محمد بیگ، محمد بیگ سے جعفر بیگ، اور ان سے الہ دین، اور الہ دین سے محمد دلاور۔ ان سے محمد اسلم۔ محمد اسلم سے محمد قائم اور ان سے فیض محمد، فیض محمد سے مرزا گل محمد، مرزا گل محمد سے مرزا عطا محمد، ان سے مرزا غلام مرتضےٰ، اور مرزا غلام مرتضےٰ سے حضرت مرزا غلام احمد۔

(۲) حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے والد غلام مرتضےٰ صاحب تھے اور آپ کی والدہ محترمہ چراغ بی بی صاحبہ موضع آیمہ ضلع ہوشیار پور کے ایک نہایت معزز اور صحیح النسب مغل خاندان کی تھیں۔ آپ کی ولادت توام بوقت صبح جمعہ کے دن ۱۸۳۹ء میں واقعہ ہوئی دوسرا بچہ ایک لڑکی تھی جو بہت دن تک

زندہ نہ رہ سکی۔ سال ولادت کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا اپنا بیان درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی تھی۔

(۳) اس زمانہ کے مطابق جیسے عام شرفا اور امرا کی تعلیم ہوتی تھی آپ کی تعلیم کے لئے بھی ایک مولوی صاحب فضل الٰہی نامی جو قادیان کے ہی رہنے والے تھے مقرر کئے گئے، انہوں نے آپ کو قرآن شریف اور فارسی کی چند کتابیں پڑھائیں، دو تین برس تک آپ انہیں سے تعلیم پاتے رہے، جب آپ کی عمر دس برس کے قریب ہوئی تو ایک صاحب مولوی فضل احمد باشندہ فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ آپ کو عربی پڑھانے پر مقرر کئے گئے۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ "چونکہ میری تعلیم خدا تعالےٰ کے فضل کی ابتدائی تخم ریزی تھی اس لئے ان استادوں کے ناموں کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگ آدمی تھے بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے۔"

۱۸۵۵ء میں آپ کی تعلیم کے لئے مولوی گل علی شاہ صاحب ملازم رکھے گئے وہ بٹالہ کے رہنے والے تھے اور شیعہ مذہب رکھتے تھے۔ اس تعلیم کے حالات خود مرزا صاحب نے لکھے ہیں، آپ فرماتے ہیں "جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا اور ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالےٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔"

(۴) ۱۸۵۲ء میں جب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی عمر ۱۶ برس کے قریب تھی آپ کی شادی اپنے ماموں مرزا جمیعت بیگ کی لڑکی سے ہوئی۔ ۱۸۵۶ء میں آپ کو اللہ تعالےٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام مرزا سلطان احمد صاحب تھا۔ چونکہ پہلی بیوی کا میلان آپ کے مخالفوں کی طرف بہت تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھی اس لئے حضرت صاحب نے تعلقاتِ زن وشوئی قطع کئے ہوئے تھے البتہ اخراجات باقاعدہ دے دیا کرتے تھے۔ چونکہ پہلی بیوی خدائی کاموں کے مخالف تھی اس وجہ سے آپ نے ۱۸۸۴ء میں بروز دوشنبہ میر ناصر نواب کی صاحبزادی سے دوسری شادی کرلی۔ نکاح مولوی نذیر حسین دہلوی نے پڑھا تھا اس بی بی سے دس اولاد ہوئی۔ پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں ان میں سے پانچ نے وفات پائی اور پانچ زندہ ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) مرزا بشیر الدین محمود احمد[۱] ۔ ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔

(۲) مرزا بشیر احمد ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔

(۳) مرزا شریف احمد ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔

(۴) مبارکہ بیگم ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئیں۔

(۵) امۃ الحفیظ ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئیں۔

(۵) آپ کے والد صاحب یہ چاہتے تھے کہ جو دیہات قبضہ سے نکل چکے ہیں انہیں واپس لیا جائے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے آپ نے ان مقدمات کی پیروی شروع کر دی جو واپسی دیہات کیلئے دائر کئے گئے تھے جن کے لئے آپ کو بسا اوقات لاہور اور ڈلہوزی تک کا سفر پیدل کرنا پڑا۔ چونکہ دنیوی کاروبار میں ان سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی اس لئے انہوں نے چاہا کہ حضرت مرزا غلام احمد کو ملازمت میں داخل کرا دیا جائے چنانچہ انہوں نے جموں جانے کے لئے کہا اور آپ روانہ ہو گئے مگر جموں میں ملازمت کا کوئی انتظام نہ ہو سکا لہذا وہاں سے واپس بلا لئے گئے۔

(۶) اپنے والد صاحب کی تحریک پر ۱۸۶۴ء کے قریب حضرت مرزا غلام احمد ملازمت کیلئے سیالکوٹ تشریف لے گئے اور اہلمد متفرقات کی آسامی پر مقرر ہو گئے ۱۸۶۸ء تک سیالکوٹ میں قیام فرمایا اس تمام عرصہ میں آپ نے اپنے فرائض کو نہایت دیانتداری اور پورے احساسِ فرض کے ساتھ سرانجام دیا اگرچہ

---

[۱] یہ وہی صاحبزادہ صاحب ہیں جنہوں نے مولوی نورالدین مرحوم کی وفات کے بعد ۱۹۱۴ء میں اپنے باپ کا جانشین بن کر اور خلیفۃ المسیح ثانی کا لقب اختیار کر کے اس بات کا اعلان کر دیا کہ ۱۹۰۱ء تک میرے والد صاحب نے اپنے دعوے کو نہیں سمجھا اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے "۔ اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونیکا انکار کرتا ہوں" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴) مگر ۱۹۰۱ء میں انہیں اپنے نبی ہونے کی سمجھ آگئی لہذا سال ۱۹۰۱ء میں اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے "اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا" جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ احمدیہ جماعت میں اختلاف پڑ گیا اور دو گروہ ہو گئے ایک قادیانی دوسرا لاہوری۔ قادیانی تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نبی تھے اور لاہوری یہ کہتے ہیں کہ وہ مجدد تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ قادیانی ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور لاہوری ختم نبوت کا اقرار۔ اگر میاں صاحب یہ اعلان حضرت مرزا صاحب یا مولوی نورالدین مرحوم کی زندگی میں کر دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا تعجب تو اس امر کا ہے کہ انکی زندگی میں کیوں ایسا اعلان نہیں کیا گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ اس وقت تک اپنے باپ کو نبی بنانے کا خیال سر میں سمایا نہ تھا۔

آپ ایک معمولی آسامی پر تھے مگر آپ کی پارسائی۔ وقار۔ خود داری۔ علم و فضل کی وجہ سے آپ خاص عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مگر آپ کا دل نوکری میں نہ لگا اس لئے ۱۸۶۸ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ اور مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتب کا مطالعہ شروع کیا مگر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے

(۷) سب سے پہلی رؤیا آپ کو ۱۸۶۴ء کے قریب آئی اس کے بعد رؤیائے صادقہ کا سلسلہ شروع ہو گیا جو بجنسہ پوری ہوتی تھیں یہ وہی رؤیائے صادقہ ہیں جنہیں جزو نبوت کہا جاتا ہے ۱۸۶۸ء کے قریب آپ کو سب سے پہلے الہام ہوا اس کے بعد الہامات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شروع ہو گیا۔ ماموریت کا الہام مارچ ۱۸۸۲ء میں نازل ہوا تھا ۱۸۸۵ء میں آپ نے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا لیکن آپ نے سلسلۂ بیعت شروع نہیں فرمایا تھا جب فرمان الٰہی نازل ہوا تو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو بیعت کا اعلان فرمایا سب سے پہلی بیعت ۱۸۸۹ء میں بمقام لدھیانہ لی۔ سب سے پہلے مولوی نورالدین مرحوم خلیفہ اوّل نے بیعت کی۔ اس کے بعد میر عباس علی میاں محمد حسین مراد آبادی اور میاں عبداللہ سنوری نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ پہلے دن چالیس آدمیوں نے بیعت کی۔

(۸) حضرت مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ کی تصنیف سے لے کر مرتے دم تک مجدد کا ہی دعویٰ رکھا ہے جس کی مختلف تاویلیں کی ہیں، مثلاً مسیح موعود۔ محدث۔ ولی۔ مجازی۔ بروزی ظلی۔ لغوی جزوی اور عکسی نبی۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب حقیقی معنوں میں نبی ہوتے تو پھر اتنی تاویلیں ہرگز نہ کرتے۔ کیا کسی اور نبی نے بھی لفظ "نبی" کی اتنی تاویلیں کی ہیں۔ تاویلیں کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ کیونکہ ان پر وحی نبوت نازل نہیں ہوتی تھی۔

(۹) حضرت مرزا غلام احمد شروع مئی میں ۱۹۰۸ء میں قادیان سے لاہور تشریف لائے اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر قیام فرما ہوئے ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ نے خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر ایک پُرجوش تقریر فرمائی، ان دنوں حضرت ایک مضمون "پیغام صلح" لکھنے میں مصروف تھے۔ ۲۵ مئی کو سارا دن آپ مضمون لکھنے کے بعد شام کے وقت سیر کو تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے مرض اسہال کا دورہ پڑا علاج ہوتا رہا۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ۱۱ بجے شب کو اسہال آنے پر طبیعت بہت کمزور ہو گئی۔ پھر دو اور تین بجے شب کے درمیان بڑا اسہال آیا۔ اس پر حضرت مولانا خلیفۃ المسیح اوّل خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کو آپ نے بلوا بھیجا۔ علاج کیا گیا مگر فائدہ نہ ہوا اس

عرصہ میں حضرت اقدس یہی کہتے رہے" اے میرے پیارے، اے میرے پیارے، اے میرے پیارے اللہ، اے میرے پیارے اللہ، صبح کی نماز کی اذان کان میں پڑی تو پوچھا "کیا صبح کا وقت ہو گیا"، باوجود سخت ناطاقتی اور کمزوری کے آپ نے نماز کی نیت باندھ لی اور نماز ادا کی۔ اسی دن ۲۴ ربیع الاوّل مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز سہ شنبہ پونے ۱۰ بجے صبح کے قریب حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب حقیقی سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اڑھائی بجے تک تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی تین بجے کے قریب ایک کثیر جماعت نے جنازہ پڑھا۔ ۴ بجے آپ کا جنازہ کندھوں پر اٹھا کر لاہور سٹیشن پر لایا گیا۔ پونے چھ بجے ریزرو گاڑی میں رکھا جا کر رات کے دس بجے بٹالے لایا گیا۔ پھر وہاں سے دو بجے شب کے احباب اسے کندھوں پر اٹھا کر قادیان لائے جو بٹالے سے ۱۱ میل، اور وہاں ۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء بروز چہار شنبہ مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔[1]

(۱۰) حضرت مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد بغیر کسی قسم کے اختلاف کے مولوی نورالدین مرحوم آپ کے جانشین مقرر کئے گئے اور انہیں خلیفۃ المسیح اوّل کے لقب سے پکارا جاتا تھا اس وقت میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب کی عمر قریباً ۱۹ سال کی تھی۔ عرصہ چھ سال کے بعد ۱۹۱۴ء میں مولوی نورالدین صاحب فوت ہو گئے۔ آپ کی وفات کے بعد میاں صاحب نے حضرت میرزا صاحب کا جانشین ہونے اور خلیفۃ المسیح ثانی ہونے کا اعلان کر دیا اور کھلم کھلا کہہ دیا کہ حضرت میرزا صاحب نبی تھے جو انہیں نہیں مانتا وہ کافر۔ اب جو احمدی انہیں خلیفہ نہیں مانتے وہ یہی کہتے ہیں کہ ایسے عقائد رکھنے والا شخص حضرت مسیح موعود کا جانشین نہیں ہو سکتا۔

دوسری فصل۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۰ء تک اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھا

(۱) باوجود اس امر کے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۹۰۰ء تک بارہ سال کے عرصہ میں کئی دفعہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحی اور الہام میں نبی کہہ کر پکارا گیا تھا مگر پھر بھی وہ نبی ہونے کا انکار کرکے اپنے آپ کو محدث اور مجازی نبی ہی کہتے رہے چنانچہ اس کی تائید ان کے صاحبزادہ میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب قادیانی نے بھی کی ہے مگر یہ کہتے ہوئے کہ وہ اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھتے تھے اس لئے نبی ہونے کا انکار کرتے تھے۔ تعجب ہے کہ ایک نبی۔ نبی ہو کر بھی اپنے دعویٰ اور مرتبہ کو نہ سمجھے بہر حال آپ کی ذیل کی تحریر قابل ملاحظہ ہے:۔

[1] ماخوذ از بشارات عنظمے مرتبہ سید عبدالمجید صاحب۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ چونکہ ابتداً نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے۔ یا بعض حکم منسوخ کرے۔ یا بلاواسطہ نبی ہو۔ اس لئے باوجود اس کے کہ وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقع میں ضروری ہیں۔ آپ میں پائی جاتی تھیں۔ آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے۔ اور گو اُن ساری باتوں کا دعوٰی کرتے رہے، جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے۔ بلکہ محدّث کی شرائط سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو محدّث کہتے رہے۔" (حقیقت النبوّت صفحہ ۱۲۴)

(۲) اس تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد کو ۱۸۸۵ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک یعنی پندرہ سال کے عرصہ میں لفظ "نبی" اور "محدّث" میں فرق ہی معلوم نہ ہو سکا اور اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ نبی کس کو کہتے ہیں اور محدّث کس کو؟ اور لگاتار آپ نبوّت کا انکار اور محدّثیت[1] کا اقرار کرتے رہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اتنے عرصہ تک اپنے دعوٰی کو ہی نہ سمجھا بلکہ شک و شبہ میں ہی رہے جیسا کہ میاں صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔

"ایک وقت جب اپنے آپ کو نبی خیال نہ کرتے تھے تو اپنے لئے جب نبی کا لفظ الہامات

---

[1] لطف کی بات تو یہ ہے کہ جیسے ۱۹۰۱ء سے پہلے نبی کا انکار کر کے اپنے آپ کو محدّث کہتے رہے اسی طرح سے ۱۹۰۱ء کے بعد بھی ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

۱۹۰۱ء سے پہلے

"ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوّت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوّت تامہ نہیں رکھتا۔ جس کو دوسرے لفظوں میں محدّث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب خاتم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵)

محدّث من وجہ نبی بھی ہوتا ہے مگر وہ ایسا نبی ہے

۱۹۰۱ء کے بعد

"اقول۔ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنی صرف پیشگوئی کرنیوالے کے ہیں، جو خدا تعالیٰ سے الہام پا کر پیشگوئی کرے۔ پس جبکہ قرآن شریف کی رو سے ایسی نبوّت کا دروازہ بند نہیں جو بتوسط فیض و اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ مخاطبہ حاصل ہو۔ اور وہ بذریعہ وحی الٰہی کے مخفی امور پر اطلاع پاوے۔ تو پھر ایسے نبی اس امت میں کیوں نہیں ہونگے

میں دیکھتے تو اس کے معنی یہ کر لیتے کہ ہر محدث ایک رنگ میں جزئی نبی ہوتا ہوگا اسی لئے مجھے نبی کہا جاتا ہے"۔ (حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۹)۔

بہرحال بیٹا تو یہ کہتا ہے کہ باپ نے اپنے دعوے کو بارہ سال تک نہیں سمجھا مگر باپ ایسے کہنے والوں کو نیم سودائی ٹھہراتا ہے۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

باپ	بیٹا
"اور بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی الہام کے سمجھنے میں غلطی ہو جائے تو امان اُٹھ جاتا ہے۔ اور شک پڑ جاتا ہے کہ شائد اس نبی یا رسول یا محدث نے اپنے دعوے میں بھی دھوکا کھایا ہو۔ یہ خیال سراسر سفسطہ ہے۔ اور جو لوگ نیم سودائی ہوتے ہیں	"اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی۔ اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں"۔ (حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۴) "اور یہ تعریفوں کا اختلاف ہی تھا جس کی وجہ

بقیہ حاشیہ صف

جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے"

(ازالہ اوہام ص۵۸۶)

اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۹۱۴)۔

بقیہ حاشیہ صف

اس پر کیا دلیل ہے۔ ہمارا مذہب نہیں کہ ایسی نبوت پر پر مہر لگ گئی ہے"۔

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱ ۱۹۰۸ء۔

جیسے ازالہ اوہام کے الفاظ "ایسا نبی" کی تشریح یہاں محدث بیان کی گئی ہے اسی طرح سے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صف۱۸۱ کے الفاظ "ایسے نبی" سے مراد محدث ہی لی گئی ہے کیونکہ معترض کا سوال تھا کہ محدث نبی کہلا سکتا ہے یا نہیں اس اعتراض کو ملاحظہ کیجئے بہ قولہٗ۔ احادیث میں نازل ہونے والے عیسٰی کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ تو کیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۰۸ء میں بھی محدث ہی تھے۔ اگر وہ نبی ہوتے تو پھر معترض ہرگز یہ سوال نہ کرتا "کیا محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے" بہرحال سان ۱۹۰۸ء کے بعد بھی آپ کا محدث ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آسکتا اسلئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے (شہادت القرآن دوسرا ایڈیشن صفحہ ۲۸)

باپ

وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں"۔

(اعجاز محمدی صفحہ ۴۲ ۱۹۰۲ء)

بیٹا

سے ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ اپنی نبوت کو جزوی اور ناقص قرار دیتے رہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو آپ کو جو درجہ دیا گیا تھا۔ اس سے آپ نبوت نہ سمجھتے تھے (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۸)

بلا شبہ صاحبزادہ صاحب کی تحریر سے یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ تعریفوں کا اختلاف تو ۱۹۰۱ء کے بعد بھی پایا جاتا ہے تو پھر اس وقت حضرت مرزا صاحب کو اپنے نبی ہونے کی سمجھ کیسے آگئی؟۔

(۱۸) حقیقتاً حضرت مرزا غلام احمد کو مجدد۔ مسیح موعود۔ حکم اور عدل مان کر پھر اُن کی نسبت ایسا کہنا نہ صرف انہیں ذلیل کرنا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کے علم پر یہ حرف لانا ہے کہ کیوں اس نے ایسے "ذہین" شخص کو مبعوث کیا جو اپنے دعوے کی کیفیت تو نبی کی بیان کرے مگر نبی ہونے کا انکار کر کے محدث ہونے کا اقرار کرے گویا اتنی بھی قابلیت نہ ہو کہ خود اپنے دعوے کو صحیح سمجھ کر دوسروں کو سمجھا سکے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ دعوے تو ادنیٰ درجہ کا رکھے مگر دعوے کی کیفیت بلند درجے کی بیان کرے جس پر یہ مثال صادق آتی ہے کہ ایک شخص کے پاس ہو تو پیتل مگر اسکی تعریف ایسی کرے کہ وہ سونا سمجھا جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسا شخص نہ تو سونے کو سمجھتا ہے اور نہ پیتل کو بلکہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے جس سے وہ خواہ مخواہ بھی غلط فہمی میں پڑ جائیں چنانچہ یہی وجہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب کے مکفرین نے بھی اُن کے دعوے کی کیفیت سے انہیں نبی بغیر شریعت کے ہی سمجھ کر ان پر کفر کا فتوےٰ لگایا تھا۔ بہرحال حضرت مسیح موعود کے دعوے کے متعلق آپ کا فرزند اور آپ کے مکفرین ایک ہی نتیجے پر پہنچے ہوئے ہیں۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

مکفرین حضرت مسیح موعود

"اس الزام کے جواب میں شاید قادیانی یا اس کے حواری یہ دو عذر پیش کریں۔ اوّل یہ کہ ہر چند قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہدیا ہے کہ اس نبوت کا دوسرا نام

صاحبزادہ حضرت مسیح موعود

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود چونکہ ابتداً نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے۔ یا بعض حکم منسوخ کرے یا بلاواسطہ نبی ہو۔ اسلئے باوجود اس کے کہ وہ

مکفرّین حضرت مسیح موعود	صاحبزادہ حضرت مسیح موعود
محدثیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے نبوت کے دعوٰی سے محدثیت کا دعوٰی مراد ہے۔ نہ حقیقتاً اور معناً نبی ہونیکا دعوٰی... جواب یہ ہے کہ اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہدی ہے کہ جس نبوت کا اسکو دعوٰی ہے اور اسکا دروازہ قیامت تک کھلا رہیگا۔ اس کا دوسرا نام محدثیت ہے۔ اور اسی محدثیت کے معنے سے نبوت کا وہ مدعی ہے مگر ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنے ایسے بیان کئے ہیں اور اسکی حقیقت کی ایسی تشریح کردی ہے۔ کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہوسکتا" (فتوٰی کفر صفحہ ۷۶، ۷۷)	سب شرائط جو نبی کیلئے واقع میں ضروری ہیں آپ میں پائی جاتی تھیں آپ نبی کا نام اختیار کرنیسے انکار کرتے رہے اور گو ان ساری باتوں کا دعوٰی کرتے رہے۔ جنکے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہوجاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے اس لئے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوٰی کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوا کسی اور میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونیسے انکار کرتا ہوں"۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴)

(۴) صرف اتنا فرق ہے کہ مکفرّین حضرت مسیح موعود تو بہت جلد یعنی ۱۸۹۱ء میں ہی اس نتیجے پر پہنچگئے تھے مگر ان کے فرزند احمد صاحب کئی برسوں کی تحقیقات اور محنت شاقہ کے بعد ۱۹۱۴ء میں اس نتیجے پر پہنچے جس سے پتہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مکفرّین بہ نسبت صاحبزادہ صاحب کے زیادہ ذی علم ذہین، سمجھدار اور نہ صرف زود فہم بلکہ دوراندیش بھی تھے کیونکہ انہوں نے تو اُسی وقت کہدیا تھا کہ مرزا صاحب نے بغیر شریعت کے نبی ہونے کا دعوے کیا ہے اگر میاں صاحب کے اس نتیجے کو صحیح سمجھا جائے تو پھر مکفرّین کے نتیجہ کو کیونکر درست نہ سمجھا جائے آخر کچھ تو انصاف سے کام لینا چاہیئے اب میاں صاحب کا مکفرّین کے نتیجے کے متعلق اپنی تصنیف "حقیقت النبوۃ" میں کچھ نہ لکھنا سراسر بے انصافی ہے جس کی تہ میں صرف اتنی خودغرضی ہے کہ کہیں مریدوں کو اس بات کا علم نہ ہونے پائے کہ سب سے پہلے مکفرّین نے ہی حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ وہ بغیر شریعت کے نبی ہیں جسکی آج کل میاں صاحب خوب اشاعت کر رہے ہیں۔ز

(۵) علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مکفرّین حضرت مسیح موعود تو دشمنی اور عداوت کی وجہ سے اور میاں صاحب پدری محبت میں غلو کرنے کی وجہ سے ایسے نتیجے پر پہنچے کہ حضرت مسیح موعود کو ایک ہی مقام پر کھڑا کر دیا۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب اپنے مکفرّین کے ایسے نتیجہ کی تردید بھی کر چکے تھے اب

لے جس طرح سے یہ مکفرّین اور صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود کو ایک ہی مقام پر لاکر کھڑا کرتے ہیں اسی طرح سے ہم بھی ان

کیا وجہ ہے کہ وہی جواب صاحبزادہ صاحب کے اپنے نتیجے کی تردید کے لئے کافی نہ سمجھا جائے۔ ذیل کی تحریر ملاحظہ کیجئے "اور میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ تحدیث کا مقام مقامِ نبوّت سے شدید مشابہت رکھتا ہے اور سوائے قوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوّت کا مدّعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے اور اس میں ذرّہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی اصل ہے اور اس کو انہوں نے صرف اس لئے تراشا ہے کہ لوگوں کو تکفیر اور گالی اور لعن طعن پر اکسائیں۔ اور انہیں فساد اور عناد کے لئے اُٹھائیں اور مومنوں میں تفریق کریں۔ اور بخدا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس پر بھی میرا ایمان ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ ہاں سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدّث میں تمام اجزائے نبوّت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوّۃ نہ بالفعل۔ پس محدّث بالقوۃ نبی ہے اور اگر نبوّت کا دروازہ بند نہ ہوتا۔ تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کمالاتِ نبوّت سب کے سب تحدیث میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں۔ اور ان کا ظہور اور خروج فعل تک صرف اس لئے رُک جاتا ہے کہ بابِ نبوّت مسدود ہے اور اسی کی طرف نبیؐ نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے کہ۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ اور یہ صرف اسی لئے کہا کہ حضرت عمرؓ محدّث تھے پس یہ اشارہ کیا کہ نبوّت کا مادہ اور اس کا تخم محدّث میں موجود ہوتا ہے"۔ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱

(۶) اگر صاحبزادہ صاحب مذکورہ بالا جواب کو غور سے پڑھ لیتے تو پھر کبھی بھی حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے اِس وقت یہ نتیجہ نہ نکالتے جو کہ مکفّرین نے اُس وقت نکالا تھا مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جیسے مکفّرین نے حضرت مرزا صاحب کے قول کو نہ سمجھا اسی طرح سے اُن کے صاحبزادہ صاحب نے بھی

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۶۹) سب کو ایک ہی کشتی میں سوار کرتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب زبانِ حال سے اپنے بیٹے کو وہی کہتے ہیں جو حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے سے کہا تھا اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ وَنَادٰی نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ الگ ہو رہا تھا اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو۔ (۱۱۔ آیت ۴۲) علاوہ ازیں حضرت مرزا صاحب نے ایک کتاب بنام کشتی نوحؑ لکھی تھی جس کی تہ میں یہ نکتہ تھا کہ جیسے حضرت نوحؑ کا بیٹا مکفرین کے ساتھ مل گیا تھا اسی طرح ان کا بیٹا بھی مکفرین کیساتھ مل جائے گا چنانچہ انکے بیٹے نے بھی اپنے باپ کے دعویٰ کے متعلق وہی نتیجہ نکالا جو مکفّرین نے نکالا تھا جس سے ان کے فتویٰ کفر کی تائید ہوتی ہے۔

نہ سمجھا تب ہی تو دونوں ایک ہی نتیجے پر پہنچے جسے حضرت مرزا صاحب نے کذب قرار دیا تھا اگر اس جواب سے مکفرین کی تردید ہو سکتی ہے تو پھر اُن کے فرزند ارجمند کی کیونکر تردید نہیں ہو سکتی آخر کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیئے۔ علاوہ ازیں میاں صاحب کے قول کی اس لحاظ سے بھی تردید ہو سکتی ہے کہ جماعت احمدیہ میں سے کسی شخص نے بھی ۱۹۱۴ء تک ایسا نتیجہ نہیں نکالا تھا حالانکہ ان سے بڑھ چڑھ کر لائق اور فائق اشخاص موجود تھے نہ صرف علم میں بلکہ تقوےٰ اور پرہیزگاری میں بھی۔ کیا ایسا نتیجہ نکالنے کے لئے صرف میاں صاحب کو ہی علم لدنی ملا تھا؟ اور باقی تمام حضرات اس سے بے نصیب رہ گئے تھے۔

(۷) دراصل بات یہ ہے کہ مکفرین نے حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں آ کر انہیں کافر ٹھہرانے کے لئے اور میاں صاحب نے ان کی ضد میں آ کر مسلمانوں کو کافر ٹھہرانے کے لئے حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے ایسا نتیجہ نکالا۔ دوستو جب میاں صاحب نے ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات سے ہی غلط نتیجہ نکالا ہے تو پھر اس بات کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریروں سے کوئی صحیح نتیجہ نکالیں گے حالانکہ ان میں بھی ویسا ہی نبی ہونے کا انکار اور محدث ہونے کا اقرار پایا جاتا ہے جیسا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں میں پایا جاتا تھا بطور نمونہ ۱۹۰۱ء کے بعد کے حوالے ملاحظہ فرمائیے:۔

(الف) "اور اس اُمت میں اللہ تعالےٰ کے لئے اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمات اور مخاطبات ہیں اور ان کو رنگ انبیاء دیا جاتا ہے مگر وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کو نہیں دیا جاتا مگر فہم قرآن اور وہ نہ قرآن پر زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں۔

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶، ۶۷، ۱۹۰۳ء)

(ب) "ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث[1] کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں انکی قبول ہوتی

---

[1] چونکہ یہ حوالہ ۱۹۰۱ء کے بعد ۱۹۰۴ء کا ہے لہذا میاں صاحب نے "حقیقت النبوۃ" میں اس کی تاویل یہ کر دی ہے "۔ یہاں محدث کا لفظ اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ ہر ایک نبی محدث بھی ہوتا ہے" مگر افسوس اتنا بھی نہ سوچا کہ یہ تشریح ۱۹۰۱ء سے پہلے محدث کے حوالوں پر کیوں کارگر نہ ہوئی جب کہ اس وقت بھی حضرت مرزا صاحب کی وحی اور الہام میں نبی کا لفظ موجود تھا اگر وہاں بھی یہ تشریح ہو سکتی تھی تو ایسے حوالوں کو منسوخ کر کے یہ کہنے

ہیں۔ اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالےٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۰ ۱۹۰۴ء)

اب کیا وجہ ہے کہ ۱۹۰۱ء کے بعد کے ایسے حوالوں سے بھی جہاں نبی ہونے کا انکار کرکے ولی اور محدّث ہونے کا اقرار کیا ہے وہی مذکورہ بالا نتیجہ نہ نکالا جائے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھتے تھے بات تو معقول ہے بشرطیکہ میاں صاحب کی سمجھ میں آجائے آخر انسان کو کسی اُصول کے ماتحت ہی کام کرنا چاہیئے:

(۸) مگر افسوس صاحبزادہ صاحب اس کے متعلق کوئی جواب دے نہیں سکتے اور جواب بھی کیونکر دیں جب کہ حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو آپس میں مطابقت دینے کی بجائے منسوخ کرنا ٹھہرا۔ جو کہ ایک آسان کام ہے کیونکہ اس کے لئے کسی گہرے علم کی ضرورت نہیں ہوتی، البتہ علمیت کا کام تو یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کی مطابقت کرکے یہ نتیجہ نکالتے کہ وہ بغیر شریعت کے نبی تھے جس سے نہ تو انکی ذات پر کوئی زد پڑتی اور نہ اللہ تعالےٰ کے علم پر کوئی حرف آتا اور نہ ان کی بارہ سال کی تحریرات متعلقہ انکار نبوت کو منسوخ کرنا پڑتا۔ افسوس تو صرف اس امر کا ہے کہ میاں صاحب کے مشیر عقلمند نہ نکلے ورنہ انہیں یہ مشورہ دیتے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو نبی ہی بنانا ہے تو پھر کسی عقلمندانہ اور دانشمندانہ طریقہ سے بنائیں کم ازکم اُن کی تحریروں کی تو آپس میں مطابقت کردیں۔ اب حضرت مسیح موعود حکم اور عدل کی تحریروں کو منسوخ کرکے انہیں نبی بنانا صریحاً میاں صاحب کی کمزوری ہے جس کی وجہ سے ان کی نبوّت کا مسئلہ ایسا ہی پیچیدہ اور لاینحل ہوگیا ہے جیسا کہ عیسائیوں کی تثلیث کا مسئلہ وہاں بھی تین باپ۔ بیٹا اور روح القدس اسجگہ بھی وہی مماثلث، باپ۔ بیٹا اور روح القدس۔ وحی میں تو نبی کا لفظ صاف موجود ہے۔ باپ اس کی یہ تاویل کرتا ہے کہ میں محدّث ہوں اور مجازی نبی۔ بیٹا کہتا ہے کہ باپ کو سمجھ نہیں آئی وہ تو نبی تھے۔ غرضنکہ حضرت مرزا صاحب کی نبوّت کا عجیب گورکھ دھندہ ہے جو کہ سلجھانے سے بھی نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ) کی کیا ضرورت تھی کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے کو نہیں سمجھا اسلئے وہ اپنے آپ کو بجائے نبی کے محدّث کہتے رہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کرکے ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر ۱۹۰۴ء کے حوالے میں نبی اور رسول کیساتھ محدّث کا لفظ کیوں بڑھایا گیا انہیں اتنا بھی خیال نہ تھا کہ اب تو میں نبی بن گیا ہوں محدّث کا لفظ کیوں لکھوں؟ اس لفظ کا بڑھانا ہی صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ اس وقت بھی اپنے آپ کو محدّث ہی سمجھتے تھے:

سمجھتا۔ اللہ نے دنیا میں کیا ہی اچھا نبی بھیجا جس نے عمر بھر اپنے دعوے کو ہی نہ سمجھا۔ اب لوگ اُسے کیا سمجھیں اور کیا مانیں۔

(۹) دراصل حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات متعلقہ نبوت کو آپس میں مطابقت کرنا میاں صاحب کی طاقت سے باہر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق نہ صرف وہ خود غلط فہمی میں ہیں بلکہ اپنے مریدوں کو بھی مبتلا کر رکھا ہے جو ایک افسوس کا مقام ہے، اب مریدوں کی اتنی ناگفتہ بہ حالت ہو گئی ہے کہ انہیں اتنی بھی ہمت نہیں پڑتی کہ میاں صاحب سے اتنا بھی مطالبہ کر سکیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق تمام تحریروں کی خواہ وہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہوں یا بعد کی آپس میں مطابقت کر کے بتلائیں کیونکہ اپنے مطلب کے حوالوں کو لے لینا اور ان حوالوں کو جو کہ اُن کے مخالف پڑتے ہوں منسوخ کر دینا کوئی عقلمندی نہیں بلکہ لوگوں کو دھوکا دینا ہے اور دھوکا دینے والا شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) آخر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت مرزا صاحب کے الہام اور وحی میں نبی کا لفظ موجود تھا تو پھر وہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی نبی ہونے کا انکار کیوں کرتے رہے۔ اس کے لئے ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

میاں صاحب کا جواب اور اس کے نتائج

(۱) "اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴)

"اور یہ تعریفوں کا اختلاف ہی تھا جس کی وجہ سے پہلے آپ اپنی نبوت کو جزوی اور ناقص قرار دیتے رہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو آپ کو جو درجہ دیا گیا تھا اس سے آپ نبوت نہ سمجھتے تھے"۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۸)

اب نبی ہونے کا انکار کرنے کی یہ وجہ بیان کرنا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے کو نہیں سمجھتے تھے سراسر غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود نے سنہ ۱۹۰۱ء

خاکسار کا جواب اور اس کے نتائج

دراصل نبی ہونے کا انکار کرنے کی یہ وجہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب جناب رسالتمآب حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو آخری نبی سمجھتے تھے یہی سبب تھا کہ نبی کے لفظ کی طرح طرح کی تاویلیں کر کے زندگی بھر اپنے آپ کو محدث۔ مجازی نبی۔ بروزی نبی۔ اور اُمتی نبی قرار دیتے رہے تاکہ خاتم الانبیاء کی شان میں کوئی فرق نہ آنے پائے اور نہ "خاتم النبیین" کی آیت اور نہ حدیث (لا نبی بعدی) کی تکذیب ہونے پائے اور یہی باعث تھا کہ آپ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی لگاتار نبی ہونے کا انکار کرتے رہے۔ اب یہ وجہ بتلانے سے نہ

ؔ دوستو جو شخص اتنا کام نہیں کر سکتا وہ قرآن کریم کی تفسیر کیا لکھے۔

(میاں صاحب کا جواب اور اسکے نتائج)

کے بعد بھی نبی ہونے کا انکار کیا ہے۔ بطور مثال
ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے:۔

(ا) "اور اس امت میں اللہ تعالےٰ کے لئے اپنے
اولیاء کے ساتھ مکالمات اور مخاطبات ہیں اور
ان کو رنگ انبیاء دیا جاتا ہے مگر وہ درحقیقت
نبی نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ قرآن نے حاجت
شریعت کو کمال تک پہنچایا ہے۔ اور ان کو نہیں دیا
جاتا مگر فہم قرآن اور وہ نہ قرآن پر زیادہ کرتے ہیں
اور نہ کم کرتے ہیں"۔ (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶، ۶۷ ۱۹۰۳ء)

(ب) "اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں
کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے
نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر
افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف
کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے، ایسا کوئی دعویٰ
نہیں کیا گیا"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

(ج) "اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر
جہالت، کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج
ہے"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

اگر ۱۹۰۱ء کے بعد بھی نبی کا انکار کرنے کی وہی
وجہ تھی جو کہ سن ۱۹۰۱ء سے پہلے نبی ہونے کا انکار
کرنے کی بتلائی گئی ہے۔ تو پھر صاف ثابت ہوتا ہے
کہ حضرت مرزا صاحب نے عمر بھر نہ تو اپنے دعوے کو

(خاکسار کا جواب اور اس کے نتائج)

تو حضرت مرزا صاحب کی ذات پر کوئی زد پڑتی ہے
اور نہ اللہ تعالےٰ کے علم پر کوئی حرف آتا ہے۔
اور نہ اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے مگر
افسوس یہ تشریح میاں صاحب کی سمجھ میں ہرگز نہیں
بیٹھتی اور نہ بیٹھتی نظر آتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ
ایسی تشریح سے آپ کے والد صاحب نبی نہیں
بن سکتے۔ اب نبی ہونے کا انکار کرنے کی مذکورہ
بالا وجہ قرار دینے سے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات
سے ذیل کے نتائج نکلتے ہیں، پہلا نتیجہ تو یہ نکلتا ہے:۔

کہ نہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے
دعوے میں کوئی تبدیلی کی اور نہ وہ ۱۹۰۱ء میں نبی بنے

دوسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود
نے اپنی کسی تحریر کو منسوخ نہیں کیا۔

تیسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ صلعم
آخری نبی ہیں۔

چوتھا نتیجہ۔ یہ نکلتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب
کو نبی بمعنی محدث مان کر کسی کو کافر نہیں ٹھہرانا پڑتا۔

پانچواں نتیجہ:۔ یہ نکلتا ہے کہ احمد کی پیشگوئی
کا مصداق آنحضرتؐ ہی تھے کیونکہ ان کے بعد
کوئی نبی نہیں جس پر اس پیشگوئی کو چسپاں
کیا جا سکے:۔

(بقیہ) بسلسلہ جواب میاں صاحب) اور نہ اپنے مرتبہ کو سمجھا لہذا ایسے شخص کو نبی ماننا اور منوانا کوئی عقلمندی نہیں کیونکہ جو شخص خود ہی اپنے دعوے کو نہیں سمجھ سکتا وہ دوسروں کو کیا خاک سمجھائے گا عقلمند صاحبان کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔ اب نبی ہونے کا انکار کرنے کی مذکورہ بالا وجہ بیان کرتے سے میاں صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے :-

پہلا نتیجہ تو یہ نکالنا پڑا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے

دوسرا نتیجہ یہ نکالنا پڑا کہ حضرت مسیح موعود کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی وہ تحریرات جن میں آپ نے نبی ہونے کا انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں ۔

تیسرا نتیجہ یہ نکالنا پڑا کہ رسول اللہ صلعم آخری نبی نہیں ہیں ۔

چوتھا نتیجہ یہ نکالنا پڑا کہ تمام کلمہ گو اہل اسلام جو کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے کافر ہیں ۔

پانچواں نتیجہ یہ نکالنا پڑا کہ اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مرزا صاحب تھے حقیقتاً میاں صاحب کے مذکورہ بالا نتائج نہ صرف غلط ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود پر بہتان ہیں کیونکہ حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۱ء کے بعد بھی بدستور نبی ہونے کا انکار کرتے رہے اور رسول اللہؐ کو آخری نبی مانتے رہے اور اہل قبلہ کو مسلمان ہی سمجھتے رہے ، اور اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کا مصداق رسول اللہؐ کو ہی ٹھہراتے رہے اور اپنی تحریروں کو منسوخ نہ کرتے رہے ۔

تیسری فصل ۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے دعویٰ میں کوئی تبدیلی کی؟

(۱) اس کے متعلق صاحبزادہ کا تو یہ قول ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو ۱۹۰۱ء تک یعنی پورے بارہ سال تو یہی سمجھتے رہے کہ میں نبی نہیں ہوں بلکہ محدث ہوں مگر ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا " (حقیقت النبوۃ) صاف ظاہر ہے کہ اس اعلان سے پہلے وہ نبی نہ تھے مگر افسوس تو صرف اس امر کا ہے کہ ایسی اہم تبدیلی کے متعلق نہ تو خدا نے ان کو وحی بھیجی اور نہ کوئی الہام ہوا اور نہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے کوئی ارشاد فرمایا کہ اب میں محدث سے نبی بن گیا ہوں لہذا لوگوں کو کیونکر یقین ہو کہ وہ غیر نبی سے نبی بن گئے تھے اگر انہوں نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی ہوتی تو پھر انہیں عام اعلان کر دینا چاہیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی فلاں وحی کے ماتحت میں اپنا عقیدہ تبدیل کرتا ہوں کیونکہ اب میں نبی بن

گیا ہوں اب کسی ایسی وحی یا الہام کا نہ ہونا اور نہ کسی ایسے اعلان کا شائع کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

(۲) اب میاں صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے نبی بن گئے تھے محض ان کی اپنی اختراع ہے جو کہ اس لئے ایجاد کی گئی ہے کہ اپنے باپ کو نبی کے رتبہ تک پہنچایا جائے اور ختم نبوّت کے عقیدہ کو جھٹلایا جائے حالانکہ باپ کا تو دعوے کے بعد آخری دم تک وفات مسیح اور ختم نبوّت کا ہی مشن رہا۔ یعنی یہی کہتے رہے کہ خاتم النبیین والی آیت اور حدیث لانبی بعدی کے ماتحت حضرت محمد رسول اللہ صلعم آخری نبی ہیں لہٰذا اُن کے بعد نہ تو پرانا نبی آ سکتا ہے اور نہ نیا کیونکہ ختم نبوت کی مُہر ٹوٹ جاتی ہے غرضیکہ حضرت مرزا صاحب زندگی بھر خاتم النبیین کے معنی سن ۱۹۰۱ء سے پہلے اور اس کے بعد بھی آخری نبی کے ہی کرتے رہے۔ اگر انہوں نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی ہوتی تو پھر ضرور خاتم النبیین کے معنوں میں بھی کوئی تبدیلی کرتے اب ان کا خاتم النبیین کے معنوں میں کوئی تبدیلی نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

(۳) اب میاں صاحب نے اپنے باپ کی راہ کو چھوڑ کر اپنی زندگی کا نصب العین یہ بنا لیا ہے کہ اس بات کی اشاعت کی جائے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں ہیں۔ اور نہ حدیث لانبی بعدی کے ماتحت حضرت محمد رسول اللہ صلعم آخری نبی ہیں کیونکہ اُن کے بعد نبی آتے رہیں گے حالانکہ حضرت مسیح موعود کا یہ ارشاد ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ بہرحال ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

باپ	بیٹا
"آنحضرتؐ نے بار بار فرما دیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔" (کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴)	"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار رکھ دی جائے تو مجھے یہ کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا تو میں اسے کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے کذّاب ہے۔" (انوار الخلافت صفحہ ۶۲)

مذکورہ بالا بیانات میں سے ایک تو ضرور جھوٹا ہے اور وہ یقیناً صاحبزادہ صاحب کا ہی ہے کیونکہ اُن کے والد صاحب مرحوم تو قرآن کریم اور حدیث شریف کے ماتحت عمر بھر یہی کہتے رہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ تو نیا اور نہ ہی پرانا کیونکہ اس سے خاتم الانبیاء کی شان میں فرق پڑتا

ہے مگر اس کے خلاف میاں صاحب یہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد نبی کا نہ آنا رسول اللہ صلعم کی ہتک ہے ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے :۔

باپ

"اگر یہ کہا جائے کہ مثیل موسیٰ یعنی آنحضرتؐ تو حضرت موسیٰ سے افضل ہیں تو پھر مثیل مسیح کیوں ایک امتی آیا اس کا جواب یہ ہے کہ مثیل موسےٰ کی شان ثابت کرنے کے لئے اور خاتم الانبیاء کی عظمت دکھانے کے لئے اگر کوئی نبی آتا تو پھر خاتم الانبیاء کی شان عظیم میں رخنہ پڑتا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۷)

بیٹا

"اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدہ کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کیونکہ اس میں آنحضرت صلعم کی ہتک ہے۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۸۶)

(۴) غرضیکہ حضرت مرزا غلام احمد نے نہ تو اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی اور نہ یہ کہا کہ میں نبی ہوں یعنی مجھ پر وحی نبوت نازل ہوتی ہے اور نہ یہ کہا کہ رسول اللہ آخری نبی نہیں ہیں بلکہ یہ کہا کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ البتہ حضرت میرزا صاحب نے شروع دعوے سے ہی لے کر مرتے دم تک اپنے آپ کو حقیقی نبی کے بالمقابل مجازی نبی ضرور کہا ہے اور مجازی نبی وہ ہوتا ہے جس پر وحی ولایت نازل ہو مگر یہ نکتہ میاں صاحب کی سمجھ میں آج تک نہ آیا اور نہ کبھی آئے گا یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی تصنیف "حقیقت النبوۃ" میں اس امر پر کوئی روشنی نہیں ڈالی کہ آیا حضرت مسیح موعود کی وحی۔ وحی ولایت تھی یا وحی نبوت اور روشنی نہ ڈالنے کی یہ وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی زندگی بھر میں کبھی یہ نہیں کہا کہ میری وحی، وحی نبوت ہے۔ اور نہ وہ ایسا کہہ سکتے تھے کیونکہ ان کی تحریر موجود ہے "کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷) البتہ وحی ولایت ہونے کا ضرور اقرار کیا ہے اس حوالے کو ملاحظہ کیجئے :۔

"ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ میں تو نبوت کا مدعی نہیں کہ تا فوری عذاب نازل کروں ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت[1] بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور

---

[1] اس کے متعلق قادیانی حضرات تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو شخص صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوے کرے اس پر لعنت کی گئی ہے حالانکہ جو شخص رسول اللہ صلعم کے بعد اس بات کا مدعی ہو کہ اس پر وحی نبوت نازل ہوتی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے ۔۔۔۔ غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعوے ہے" اپریل ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۳)

اگر یہ کہا جائے کہ یہ حوالہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کا ہے تو پھر مہربانی کر کے ۱۹۰۱ء کے بعد کا وہ حوالہ پیش کیا جائے جس میں حضرت مسیح موعود نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار دیا ہو اگر کوئی ایسا حوالہ نہ دکھایا جائے تو پھر حضرت مرزا صاحب کے یہ الفاظ" اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے" جو مخالفین کے حق میں کہے تھے کیوں نہ میاں صاحب پر بھی چسپاں کئے جائیں کیونکہ وہ بھی تو حضرت مسیح موعود پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کی وحی وحی نبوت تھی اب صاحبزادہ صاحب کا ایسا کہنا حقیقتاً تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑنا ہے ۔

(۵) اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مرزا صاحب بغیر شریعت کے نبی تھے تو پھر ان پر ایک اعتراض تو یہ وارد ہوتا ہے کہ مکفرین نے یہ سمجھ کر کہ ان کا دعویٰ تو بغیر شریعت کے نبی ہونے کا ہے ۔ کفر کا فتوے لگایا تھا تو پھر ان کی تردید میں یہ کیوں کہا کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے :۔

"اور مکفرین کے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں سو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بھائی معلوم رہے کہ میں نے نبوت کا دعوے نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی"۔

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

دوسرا یہ کہ جب مکفرین کے الزام کی تردید کر چکے تھے تو پھر اپنی تحریروں سے ۱۹۰۱ء میں وہی نتیجہ کیوں نکالا جو کہ مکفرین نے ۱۸۹۱ء میں نکالا تھا ۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے :۔

نتیجۂ مکفرین	نتیجہ حضرت مسیح موعود
"قادیانی کا ختم نبوت کو نبوت تشریعی اور کلی سے مخصوص کرنا اور اپنے آپ کو محدث قرار دینا	" اور جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور

اس پر لعنت کی گئی ہے جیسا کہ اس تحریر کے سیاق و سباق سے ثابت ہوتا ہے ۔

نتیجہ مکفرین

اپنے لیے جزئی نبوت اور ایک نوع نبوت کو تجویز کرنا
اور ایک قسم کا نبی کہلانا صاف مشعر ہے کہ وہ اپنے
آپ کو انبیائے بنی اسرائیل کی مانند (جو نئی شریعت
نہ لاتے بلکہ پیروی شریعت سابق کی کرتے اور نبی
کہلاتے) نبی سمجھتا ہے..... یہ ابیات صاف پکار
رہے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ صاحب وحی ہیں۔ منذر ہیں
پیغمبر ہیں۔ سب کچھ ہیں صرف کسر ہے تو یہی ہے
کہ آپ کوئی نئی کتاب نہیں لائے۔ بلکہ انبیائے بنی
اسرائیل کی طرح پہلی کتاب کے تابع ہیں۔
(فتویٰ کفر صفحہ ۷۳-۷۴)

نتیجہ حضرت مسیح موعود

پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور
پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول
مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس
کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم
غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت
کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں
کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے
پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول
ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ "من نیستم رسول
نیاوردہ ام کتاب" اس کے معنے صرف اس قدر ہیں کہ
میں صاحب شریعت نہیں ہوں"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

---

(۲) اگر حضرت مسیح موعود کی مذکورہ بالا تحریر سے یہی نتیجہ نکالا جائے کہ وہ بغیر شریعت کے نبی تھے جیسا کہ ان کے صاحبزادہ بھی ۱۹۱۴ء سے یہی نتیجہ نکال رہے ہیں اور اس کے ثبوت میں اسی حوالے کو پیش کرتے ہیں تو پھر ایک تو حضرت مرزا صاحب کا مکفرین کے مذکورہ بالا نتیجے کی لگاتار دس سال تردید کرنا باطل ٹھہرتا ہے اور دوسرے ان کے یہ الفاظ "میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی" مکفرین کے حق میں جھوٹے ٹھہرتے ہیں بلکہ الٹے ان کے اپنے خلاف جاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دعوے کو نہیں سمجھا۔ جیسا کہ انکے فرزند ارجمند بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے:- "اور یہ تعریفوں کا اختلاف ہی تھا جس کی وجہ سے ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ اپنی نبوت کو جزوی اور ناقص قرار دیتے رہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو آپ کو جو درجہ دیا گیا تھا۔ اس سے آپ نبوت نہ سمجھتے تھے"۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۸)

آخر بقول میاں صاحب آپ نے بھی ۱۹۰۱ء میں اپنی تحریروں سے یہ نتیجہ نکالا کہ میں بغیر شریعت کے نبی ہوں، جو کہ مکفرین نے ۱۸۹۱ء میں نکالا تھا صاف ظاہر ہے کہ مکفرین بلا کے ذہین تھے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے دس سال پہلے سے ہی وہ نتیجہ نکال لیا جو کہ آپ نے دس سال کے بعد

نکالا۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجیے کہ حضرت مرزا صاحب تو دس سال کے بعد مکفرین کے نتیجہ کے ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے فرزند جو وہ سال کے بعد، تعجب تو اس امر کا ہے کہ وحی میں نبی اور رسول کے الفاظ تو حضرت مسیح موعود پر نازل ہوئے مگر ان کے صحیح سمجھنے میں مکفرین نہ صرف میاں صاحب سے بلکہ ان کے والد صاحب سے بھی سبقت لے گئے۔

(۷) بلاشبہ حضرت مسیح موعودؑ کی مذکورہ بالا تحریر سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ بغیر شریعت کے نبی تھے سراسر غلط ہے کیونکہ اسکی تشریح وہ خود "ایک غلطی کا ازالہ" میں ہی کر چکے ہیں مگر افسوس اس پر میاں صاحب کی نظر نہیں پڑتی ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے :۔

(۱) اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب" اس کے معنے صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲) اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول۔ ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے۔ جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں"۔

(ایک غلطی کا ازالہ)

تحریر نمبر (۱) میں صاف لکھا ہے "اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں" جس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ "وہ امتی کہلاتا ہے نہ کہ مستقل نبی" (تتمہ معرفت ضمیمہ صفحہ ۹، ۱۹۰۸ء) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب امتی نبی تھے۔ تحریر نمبر ۲ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ بروزی نبی تھے حقیقتاً حضرت مرزا صاحب کے یہ الفاظ "میرے قول کے

سمجھنے میں غلطی کی"۔ جو مکفرین کے حق میں کہے تھے میاں صاحب پر بھی خوب صادق آتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی تحریر نمبر(۱) سے غلط نتیجہ نکالتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ مذکورہ بالا ہر دو تحریرات کی مطابقت نہیں کرتے۔

(۸) دراصل بات یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کے پانے والے کو طرح طرح کے ناموں سے پکارا ہے" محدّث، اُمّتی نبی، جزئی نبی، ظلّی نبی۔ مجازی نبی۔ لغوی نبی۔ ناقص نبی۔ استعارۃً نبی۔ عکسی نبی۔ اعزازی نبی۔ بروزی نبی۔ اور غیر تشریعی نبی۔ اب میاں صاحب ان تمام تشریحوں کو چھوڑ کر صرف آخری تشریح کو لے کر حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی پٹڑی چاتے ہیں حالانکہ جس جگہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو غیر تشریعی نبی کہا ہے وہاں ہی اُمّتی نبی اور بروزی نبی کے الفاظ موجود ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ بغیر شریعت کے نبی ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل کرنے والے کو شریعت میں نبی نہیں کہا گیا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایسی نبوت کو شریعت سے کوئی تعلق نہیں یعنی ایسی نبوت شریعت میں کوئی حجت نہیں۔ اسکی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک دفعہ ابر ہونے کی وجہ سے قادیان میں عید نہ ہو سکی اور حضرت مرزا صاحب کو وحی کے ذریعہ بتلایا گیا کہ عید آج ہے مگر پھر بھی آپنے اُس دن عید نہ کی۔ حالانکہ آپکے مریدوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کو الہام ہو چکا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ عید کی نماز پڑھ لیں مگر آپنے جواب دیا کہ میری وحی شریعت میں حجت نہیں لہٰذا اگلے دن عید کی۔ تیسرا یہ ہے کہ مکالمہ و مخاطبہ کی وحی، وحی نبوت نہیں ہوتی بلکہ وحی ولایت ہوتی ہے اور ولی ہمیشہ بغیر شریعت کے ہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مکفرین کو یہ جواب دیا گیا کہ "میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا" اور صاف کہدیا کہ اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں جو پہلے صحیفوں میں گذر چکی ہے" (الاستفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۷) کیونکہ پہلے نبیوں کی وحی کو وحی نبوت قرار دیا گیا ہے مگر حضرت مسیح موعود نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار نہیں دیا۔

(۹) اگر اس تشریح کو سچا تسلیم نہ کیا جائے تو پھر حضرت مرزا صاحب کی تحریرات میں اختلاف لازم آتا ہے اور ان کی بارہ سال کی تحریرات متعلقہ انکار نبوت کو منسوخ کرنا پڑتا ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ مکفرین کو جو جواب دیا گیا تھا وہ غلط تھا علاوہ ازیں میاں صاحب پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود نے اپنی زندگی میں ہی نبی ہونے کا انکار کرنے کی یہ وجہ بیان کردی تھی کہ میں صاحب شریعت نبی نہیں ہوں۔ تو پھر ان کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو جہاں نبی ہونے کا انکار کیا ہے منسوخ کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔ کیونکہ منسوخ کرنا تو اس امر کی دلیل ہے کہ اُن کی تحریروں میں ضرور کوئی اختلاف تھا جس کا رفع کرنا آپ کی علمی طاقت سے باہر تھا۔ حالانکہ ایسی تشریح کی موجودگی میں انکار نبوت اور اقرار نبوت کی تحریروں میں نہایت آسانی سے مطابقت ہو سکتی تھی۔

چوتھی فصل حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کس سال اپنے دعوے میں تبدیلی کی؟

(۱) صاحبزادہ صاحب "ایک غلطی کا ازالہ" سے تو یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے میں تبدیلی سن ۱۹۰۱ء میں کی، مگر حقیقت الوحی کی رُو سے یہ کہتے ہیں کہ یہ تبدیلی سن ۱۹۰۷ء میں ہوئی اور کبھی یہ لکھتے ہیں کہ "آپ شروع دعوے سے ہی نبی تھے"[۱] (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۵۳) دوستو! نبی ہونے کا تو ایک سال مقرر ہونا چاہیئے یہ تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ نبی بنانے کے لئے مختلف سال مقرر کئے جائیں اور اٹکل پچو سے کام لیا جاتے جس سے لوگوں کو خواہ مخواہ بھی یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ حضرت مرزا صاحب ہرگز نبی نہ تھے آخر حضرت مرزا صاحب نبی کب ہوئے؟ اور انہیں اپنے نبی ہونے کی سمجھ کب آئی۔ اس کے لئے مختلف سال کیوں مقرر کئے جاتے ہیں؟ کبھی تو یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنا عقیدہ سن ۱۹۰۱ء میں تبدیل کیا جیسا کہ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان الفاظ کو ملاحظہ کیجئے:۔ "اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سن ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے" اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ تریاق القلوب (یعنی سن ۱۹۰۲ء) کے بعد نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی" "حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴" اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ سن ۱۹۰۷ء میں تبدیلی کی اس عبارت کا مطالعہ کیجئے:۔ "آپ نے تو اس وقت پہلے عقیدہ کو منسوخ قرار نہیں دیا جب تک کہ حقیقت الوحی میں آپ پر اعتراض نہیں ہوا تب بیشک آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی بارش کی طرح نازل ہونے والی وحی نے مجھ سے پہلا عقیدہ

---

[۱] بقول میاں صاحب اگر حضرت مرزا صاحب کو "ابتداء دعویٰ سے اللہ تعالیٰ نے نبی کے مقام پر کھڑا کیا ہے" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۷) اور "آپ شروع دعویٰ سے ہی نبی تھے"۔ (حقیقت النبوۃ صفحہ ۵۳) تو پھر حضرت مسیح موعود سن ۱۸۸۸ء سے لے کر سن ۱۹۰۱ء تک لگاتار بارہ سال نبوت کے دعویٰ سے انکار کیوں کرتے رہے۔ اور کس واسطے مدعی نبوت کو کذاب، کافر اور ملعون کہتے رہے ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے:۔ (ا) "نبوت کا دعویٰ نہیں۔ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲)

(ب) "اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔ (دین الحق صفحہ ۲ از اشتہار ۲ اکتوبر سن ۱۸۹۱ء صفحہ ۱)

(ج) "ان پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں۔ غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں۔ صرف ولایت اور مجددیت کا دعوے ہے"۔ (مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۳) (باقی حاشیہ بر صفحہ ۸۳)

بدل دیا (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۰) اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۹۰ء کے آخر یا ۱۸۹۱ء کے شروع میں نبوت کا دعویٰ کیا حالانکہ ۱۸۹۱ء میں وہ نبی نہ تھے ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے :-

حضرت مرزا صاحب ۱۸۹۱ء میں نبی نہ تھے کیونکہ

تریاق القلوب میں آپ باوجود محدثیت کی نبوت کے دعویٰ ہونے کے جو ۱۸۹۱ء سے چلا آتا تھا آپ اپنے آپ کو غیر نبی قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث یا جزئی نبی درحقیقت نبی نہیں ہوتا (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵)

٭ یہ کتاب ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی ٭

حضرت مرزا صاحب ۱۸۹۱ء میں نبی تھے میاں صاحب نے

بحیثیت گواہ صفائی بمقدمہ سرکار بنام سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری عدالت سپیشل مجسٹریٹ گورداسپور میں تاریخ ۲۷ مارچ ۱۹۳۵ء بسوال وکیل ملزم حلفاً یہ بیان دیا کہ حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت ۱۸۹۰ء کے آخر میں یا ۱۸۹۱ء کے شروع کیا (الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۳۵ء)

(۴) بلاشبہ میاں صاحب کے مذکورہ بالا حلفی بیان نے ان کی مذکورہ بالا تمام تحریروں کو جن میں تبدیلی عقیدہ کے لئے مختلف سال مقرر کئے جاتے ہیں جھوٹا ٹھہرا دیا ہے اب ایسے شخص کو جسے عمر بھر اپنے دعوے کی سمجھ ہی نہ آئی۔ لوگ نبی کیسے مان لیں۔ سوائے اُن کے جو اپنی عقل اور سمجھ کو اپنے پیر کے پاس گروی رکھ چکے ہوں اور سوچنے اور سمجھنے کے قولے کو معطل کر چکے ہوں۔ علاوہ ازیں لطف کی بات تو یہ ہے کہ نہ صرف باپ نے اپنا عقیدہ بدلا بلکہ ان کی وفات کے بعد بیٹے نے بھی بدلا اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے :۔ "اور یہ تبدیلی عقیدہ مولوی محمد علی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں دوم یہ کہ آپ ہی آیت اسمہٗ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن مجید در سورہ صف آیت ۶ کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سُنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ۱۹۱۴ء یا اس سے تین چار سال پہلے سے میں نے یہ عقائد اختیار کئے ہیں۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲) اگر حضرت مرزا صاحب شروع دعویٰ سے ہی نبی تھے تو پھر نبی سے نیچے اُتر کر محدث کیوں بن گئے جس کی تائید میاں صاحب بھی کرتے ہیں "اور چونکہ اپنے آپ کو نبی نہ سمجھتے تھے اس لئے آپ کا خیال تھا کہ نبی سے نیچے اُتر کر جو درجہ ہے وہ محدث کا ہے۔ میں وہی ہونگا اور اس درجہ کا نام محدث ہی ہوگا" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۸)

علاوہ ازیں اگر حضرت مرزا صاحب شروع دعوے سے ہی نبی تھے تو پھر انہیں ۱۹۰۱ء میں اپنے دعوے میں تبدیلی کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی ٭٭٭

(۳) اب صاحبزادہ صاحب سے ایک سوال تو یہ کیا جاتا ہے کہ اگر آپ نے مذکورہ بالا عقائد ۱۹۱۴ء یا اس سے تین چار سال پہلے اختیار نہیں کئے تو کب اختیار کئے۔ اختیار کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ آپ نے اپنے عقائد میں کوئی تبدیلی کی۔ مگر کب تبدیلی کی اس کے متعلق اب کوئی سال نہ بتانا درحقیقت لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔ مہربانی کر کے صداقت سے کام لیجئے اور صاف طور پر کھلم کھلا بتلا دیجئے کہ آپ نے اپنے ان عقائد کو جو کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں تھے چھوڑ کر یہ نئے عقائد کس سال اختیار کئے۔ کیا عجیب بات ہے کہ آپ اپنے باپ کے متعلق تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے دعوے کے شروع سے بارہ سال کے بعد یعنی ۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدے میں تبدیلی کی اور اپنے متعلق یہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کی تبدیلی عقیدہ کے دس یا بارہ سال کے بعد اپنے عقائد میں تبدیلی کی۔ آخر اتنی دیر تک اپنے عقائد میں تبدیلی نہ کرنے کی کیا وجہ تھی؟ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آپ خود بھی ۱۹۱۴ء تک اپنے باپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے یا آپ یہ سکیم تیار کر رہے تھے کہ کس طرح سے لوگوں میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی پٹڑی جمانے کی راہ نکالی جائے۔ دراصل اس سکیم کو مکمل کرنے کے لئے آپ کو اپنے سابقہ عقائد چھوڑ کر مذکورہ بالا نئے عقائد اختیار کرنے پڑے۔ تو پھر اس وقت یعنی ۱۹۱۴ء میں آپ نے لگے ہاتھوں یہ بھی اعلان کر دیا کہ میرے باپ نے بھی تو ۱۹۰۱ء میں اپنے عقائد میں تبدیلی کی تھی۔ جس کی تہ میں یہ غرض تھی کہ نہ صرف آپ کو اپنے عقائد بدلنے بلکہ اپنے باپ کو نبی بنانے اور ختم نبوت کا انکار کرنے اور اسمہ احمد کی پیشگوئی کو حضرت میرزا صاحب پر چسپاں کرنے اور اہلِ اسلام کو جو کہ آپ کے باپ کو نبی نہیں مانتے کافر ٹھہرانے میں آسانی ہو اور تبدیلی عقائد کے متعلق نہ تو آپ کے باپ پر اور نہ آپ پر کوئی حرف آنے پائے۔ بھلا جب باپ اپنے عقیدے کو بدلے تو پھر بیٹا کیوں نہ بدلے چنانچہ مشہور قول ہے کہ "الولدُ سرٌّ لابیہٖ" بیٹا اپنے باپ کا بھید ہے۔

(۴) دوسرا سوال یہ ہے کہ بقول آپ کے جب حضرت مرزا صاحب اپنی زندگی یعنی ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ تبدیل کر کے نبی بن گئے تھے تو پھر آپ نے اپنے عقائد کو اسی سال ان کی زندگی میں کیوں نہ بدلا یا مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی زندگی میں کیوں نہ کوئی ایسا اعلان کر دیا جس سے یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ نے اپنے عقائد کو بدل دیا ہے۔ اب آپ کا اپنے عقائد کو ان کی وفات کے بعد تبدیل کرنا ایک تو یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ نہ صرف اپنے باپ کو نبی بنانا بلکہ اپنے آپ کو بھی بڑا بنانا چاہتے تھے تاکہ لوگ یہ کہہ سکیں کہ یہ تو نبی کا بیٹا ہے چنانچہ اسی غرض کے ماتحت آپ نے ۱۹۱۴ء میں حضرت میرزا صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو جن میں انہوں نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے منسوخ کر دیا ہے دوسرے یہ ظاہر کرنا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی زندگی میں تو اپنے

دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں کی یہ صرف آپ کا بہتان ہے جو کہ اُن کی وفات کے بعد ان پر لگایا گیا ہے تاکہ اپنے باپ کو نبی بنا کر ان مسلمانوں کو جو کہ انہیں نبی نہیں مانتے کافر بنانے کا ایک ڈھنگ نکالا جائے اگر یہ بہتان نہیں تو پھر آپ نے اُن کی یا مولوی نورالدین مرحوم کی زندگی میں کیوں نہ اپنے تبدیلی عقیدہ کا اعلان کیا؟ کیا آپ کسی سے ڈرتے تھے بلا شبہ ڈر کر حق کا اعلان نہ کرنا صریحاً بزدلی کا نشان ہے۔ ایسا شخص خلافت کا حق دار نہیں ہو سکتا۔

(۵) اب اس تبدیلی عقیدہ کے متعلق یہ کہنا کہ جیسے حضرت مرزا صاحب پہلے حیات مسیح کے قائل تھے اس کے بعد خدا کی وحی کے ماتحت اپنا عقیدہ بدلا۔ اسی طرح سے نبوّت کا عقیدہ بھی بدلا اب یہ مثال سراسر غلط ہے کیونکہ حیات مسیح کا عقیدہ تو ان کا اپنا بنایا ہوا تھا نہ کہ خدا کا بتلایا ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ نے بذریعہ وحی کے اس کی اصلاح کر دی۔ مگر نبوّت کے متعلق تو اُن کے دعوے کے بعد ان کی وحی میں نبی کا لفظ لگاتار دیا جاتا تھا تو پھر وہ نبی ہونے کا انکار کیوں کرتے رہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ وفات مسیح کے متعلق وحی پانے پر وہ کچھ عرصہ تک حیات مسیح کے ہی قائل رہے اور اسی طرح سے اپنی وحی میں باوجود نبی کا لفظ ہونے کے پھر بھی وہ ۱۹۰۱ء تک نبی ہونے کا انکار کرتے رہے تو ایسے شخص کو جو اللہ کی وحی پانے کے بعد بھی لوگوں کے خیالات کی پیروی کرے یا اپنے سابقہ خیالات پر ہی جما رہے ظالم قرار دیا گیا ہے اس آیت کو ملاحظہ کیجئے:۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ۝

اور اگر تو ان کی گری ہوئی خواہشوں کی پیروی کرے اس کے بعد جو تیرے پاس علم سے آچکا ہے تو بیشک اس وقت تو ظالموں میں سے ہو گا۔ آیت (۲: ۱۴۵) اور حضرت مرزا صاحب کا باوجود وحی پانے کے پھر بھی عام مسلمانوں کے عقیدے حیات مسیح پر جما رہنا اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے "اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں

سلہ "اور براہین میں جب آپ نے حیات مسیح کا اعلان کیا تھا تو اس کی وجہ نہ تھی کہ اس وقت مسیح زندہ تھا بلکہ یہ وجہ تھی کہ گو ایسے الہام ہو چکے تھے جن سے اس کی وفات ثابت ہوتی تھی لیکن آپ نے عام عقیدہ کو ترک کرنا پسند نہ کیا جب تک بار بار کے الہامات سے آپ کو اس طرف متوجہ نہ کیا گیا اسی طرح اور بالکل اسی طرح حضرت مسیح موعود کو جن الہامات میں نبی کہا جاتا تھا آپ انکو محدثیت اور مجددیت کی طرف منتقل کر دیتے تھے حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۳۷ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود باوجود مسیح کا خطاب پانے کے دس سال تک یہی خیال کرتے رہے کہ مسیح آسمان پر زندہ ہیں صفحہ ۱۴۲ حقیقۃ النبوۃ۔

کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا، اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے اسلئے
میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں
کا اعتقاد تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارے میں بارش کی طرح وحی الٰہی
نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنیوالا تھا تو ہی ہے" (حقیقۃ الوحی ص۱۴۹) اب حضرت مرزا صاحب کو ظالم ٹھہرانے کی نسبت بہتر
یہی ہے کہ ان کی وحی کو وحی ولایت ہی قرار دیا جائے جو کہ وحی نبوت کے مقابلے پر بہت دھندلی ہوتی ہے
جیسا کہ اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے:۔ "سب کے لئے اللہ تعالیٰ کے مکالمات میں سے حصہ
ہے علی حسب مدارج ہاں وحی انبیاء کی شان اتم اور اکمل ہوتی ہے"۔ (تحفۂ بغداد صفحہ ۲ نبی اور ولی)
اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہ تھے اگر وہ نبی ہوتے تو پھر اللہ تعالیٰ کو ایک بات سمجھانے
کے لئے بارش کی طرح وحی کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

پانچویں فصل۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے تبدیلیٔ عقیدہ کی بنیاد کس پر ہے؟

(۱) میاں صاحب اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۰ء تک اپنے آپ کو مسیح موعود
مجدد اور محدث ہی کہتے تھے اور نبی ہونے کا انکار کرتے تھے مگر بعد ازاں کسی وقت اپنے دعوے میں
تبدیلی کر کے محدث سے نبی ہونے کا دعوے کر دیا چنانچہ اس تبدیلی عقیدہ کی بنیاد ایک تو "ایک غلطی کا ازالہ"
جو کہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا اور دوسرے حقیقت الوحی جو کہ ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء میں طبع ہوئی۔ رکھی ہوئی
ہے مگر دعوے میں تبدیلی کا خیال ۱۹۰۰ء سے شروع ہو گیا تھا گو پورے زور اور صفائی سے نہ تھا گویا ابھی
تک یہ خیال ابتدائی حالت میں ہونے کی وجہ سے کمزور اور دھندلا سا ہی تھا اور مکمل ہو کر یقین کی حالت
تک نہیں پہنچا تھا جیسا کہ میاں صاحب کی ذیل کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔

"اس عقیدہ کے بدلنے کا پہلا ثبوت اشتہار ایک غلطی کا ازالہ سے معلوم ہوتا ہے جو پہلا تحریری
ثبوت ہے۔ ورنہ مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبات جمعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۰ء سے اس خیال
کا اظہار شروع ہو گیا تھا۔ گو پورے زور اور پوری صفائی سے نہ تھا۔ چنانچہ اسی سال میں مولوی صاحب نے
اپنے ایک خطبہ میں حضرت مسیح موعود کو مرسل الٰہی ثابت کیا اور لا نفرق بین احد منھم والی آیت
کو آپ پر چسپاں کیا اور حضرت مسیح موعود نے اس خطبہ کو پسند بھی فرمایا ہے اور یہ خطبہ اسی سال کے الحکم میں چھپ
چکا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پورا فیصلہ اس عقیدہ کا ۱۹۰۱ء میں ہوا ہے"۔ (حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۴)

(۲) میاں صاحب کی مذکورہ بالا تحریر سے حضرت مسیح موعود پر نعوذ باللہ یہ زد پڑتی ہے کہ وہ بڑے قطع شناس اور چال باز تھے جیسا موقع دیکھتے تھے ویسی ہی چال چل جاتے تھے گویا مذہب کو پالیٹکس بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تبدیلی عقیدہ کے متعلق ابھی تک یہی تجویز ہو رہی تھی کہ کس طرح اس خیال کا پورے زور اور پوری صفائی کے ساتھ مریدوں میں اظہار کیا جا سکے تاکہ انہیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب تو نبی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے پہلے نبی ہونے کا خیال تو دل میں جما لیا تھا مگر کسی خاص موقع کی تلاش میں لگے ہوئے اور اس سوچ میں رہتے تھے کہ کس طرح سے اس خیال کو مکمل کر کے اپنے مریدوں میں نبوت کی پٹڑی جمانے کا ڈھنگ نکالا جائے آخر ان کی یہ مراد ۱۹۰۱ء میں پوری ہوئی نئی صدی کا آغاز تھا۔ نئے ولولے تھے نئی خواہشیں تھیں، نئی امنگیں تھیں۔ اتفاق سے اُن دنوں میں ایک مرید نے ان کے نبی ہونے کا انکار بھی کر دیا، اس پر نہ صرف حضرت مسیح موعود نے اپنے مرید کو ڈانٹا[۱] بلکہ ایک اشتہار بنام "ایک غلطی کا ازالہ" شائع کر کے یہ اعلان کر دیا کہ میں تو نبی ہوں۔ گویا اس طرح سے تبدیلی عقیدہ کا فیصلہ جو کہ عرصہ سے دھوا چلا آرہا تھا ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو پورا ہو گیا اور اس دن سے آپ نے محدثیت کا دعوے چھوڑ کر نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا، یعنی محدثیت کی لائن اکھیڑ کر نبوت کی پٹڑی جمالی اب یہ مبارک دن دنیا کی مذہبی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے بطور ایک یادگار کے رہے گا جیسا کہ میاں صاحب لکھتے ہیں "تو آپ نے نبی ہونے کا اعلان کیا اور جس شخص نے آپ کے نبی ہونے سے انکار کیا تھا اس کو ڈانٹا کہ جب ہم نبی ہیں تو تم نے کیوں ہماری نبوت کا انکار کیا" (حقیقۃ النبوۃ)

(۳) بلاشبہ میاں صاحب کا مذکورہ بالا نتیجہ جو آپ نے "ایک غلطی کا ازالہ" کی اس تحریر سے "چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول و مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں" سے نکالا ہے نہ صرف غلط ہے بلکہ جہالت پر مبنی ہے چنانچہ اس کے ثبوت میں ذیل کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں :۔

(ا) جب سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے خود حضرت مرزا صاحب اپنی نبوت سے انکار کرتے تھے تو پھر اس خیال کی تائید کرتے ہوئے ان کے ایک مرید نے بھی اُن کے نبی ہونے کا انکار کر دیا تو اس میں کونسی قباحت لازم آگئی جو کہ نہ صرف مرید کو ڈانٹے

---

[۱] پہلے مرید کو ڈانٹنا اور اس کے بعد نبی ہونے کا اعلان کرنا قابل ملاحظہ ہے۔

بلکہ اپنے عقیدہ کو تبدیل کرنے کی ضرورت پڑ گئی۔

(ب) حضرت مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء سے پہلے خود نبی ہونے کا انکار کیوں کیا جبکہ خدا کی وحی میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود تھے؟۔

(ج) حضرت مرزا صاحب نے تو خدا کی وحی کا انکار کیا اور مرید نے انکے قول کا لہٰذا اہم غلطی کا ذمہ دار کون ہوا؟۔

(د) "ایک غلطی کا ازالہ" میں کس کی غلطی کا ازالہ کیا گیا؟ آیا اپنی غلطی کا یا مرید کی غلطی کا؟

(ھ) اگر مرید کی غلطی کا ازالہ کیا گیا ہے تو پھر اپنے عقیدہ کو بدلنا کونسی عقلمندی ہے؟ کیونکہ اس پر تو یہ مثال صادق آتی ہے۔ "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ"۔

(و) اگر اپنی غلطی کا ازالہ کیا گیا ہے تو کیا حضرت مرزا صاحب نے بارہ سال تک خدا کی وحی کو ہی نہ سمجھا؟۔

(ز) کیا میاں صاحب نے "ایک غلطی کے ازالہ" کو حضرت مرزا صاحب اور مولوی نورالدین صاحب کی زندگی میں نہیں پڑھا تھا اگر پڑھا تھا تو پھر ان کی زندگی میں یہ نتیجہ کیوں نہ نکالا؟ کیا ان کی وفات کے بعد ۱۹۱۴ء میں ہی ایسا نتیجہ نکالنے کے لیئے علم لدنی کا ظہور ہوا تھا؟۔

(ح) کیا میاں صاحب کے علاوہ جماعت احمدیہ میں سے کسی اور شخص نے بھی "ایک غلطی کا ازالہ" سے یہی نتیجہ نکالا ہے؟ اگر کسی اور صاحب نے ایسا نتیجہ نہیں نکالا تو پھر کیا وجہ ہے کہ میاں صاحب کے ایسے استدلال کو درست سمجھا جائے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں کو سمجھنے والے آن سے بڑھ کر موجود تھے۔

(ط) کیا میاں صاحب کا حضرت مرزا صاحب اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے بعد "ایک غلطی کا ازالہ" سے نتیجہ نکالنا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوے میں تبدیلی کر لی تھی اس خود غرضی پر مبنی نہیں کہ اپنے باپ کو نبی بنایا جائے؟

(ی) اگر حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۱ء میں اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے محدث سے نبی بن گئے تھے تو پھر ۱۹۰۱ء کے بعد بھی نبی ہونے کا بار بار انکار کیوں کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس حوالہ کو ملاحظہ کیجئے:۔ "اور اس اُمت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمات اور مخاطبات ہیں اور ان کو رنگ انبیا دیا جاتا ہے مگر وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے اسلئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کو نہیں دیا جاتا مگر فہم قرآن اور وہ نہ قرآن پر زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں۔" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶، ۶۷)

اب میاں صاحب کا "ایک غلطی کا ازالہ" سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۱ء میں اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے نبی بن گئے تھے سراسر باطل ہے کیونکہ جس دعویٰ کا اظہار اس میں کیا گیا ہے اسی کا اظہار پہلے بھی کر چکے تھے لہٰذا کوئی

تبدیلی نہ ہوئی ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ۱۸۹۱ء)

اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا۔ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء)

مذکورہ بالا مقابلے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ "ایک غلطی کا ازالہ" سے ازالہ اوہام کی تائید کی گئی ہے نہ کہ تردید۔ مگر افسوس اسی کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے۔

(۵) تمام اسلامی دنیا کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آج تک نبی کی ضرورت نہیں پڑی لہٰذا آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آیا مگر اس کے خلاف میاں محمود احمد صاحب قادیانی یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے لے کر ۱۹۰۰ء تک تو نبی کی ضرورت نہیں پڑی مگر ۱۹۰۱ء میں نبی کی ضرورت پڑ گئی لہٰذا حضرت مرزا صاحب نبی بن گئے۔ اب میاں صاحب سے یہ عرض کیا جاتا ہے کہ مہربانی کر کے ایک تو یہ بتلایئے کہ سن ۱۹۰۱ء سے پہلے وہ کونسی ضروریات تھیں جن کے ماتحت حضرت مرزا صاحب مجدد اور محدث ہی رہے اور دوسرے یہ بتلایئے کہ سن ۱۹۰۰ء کے بعد وہ کونسی ایسی اہم مشکلات پیدا ہو گئی تھیں جن کا حل کرنا مجدد اور محدث کی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب کو ۱۹۰۱ء میں آٹھ سال کے لئے محدث سے نبی بنا دیا گیا۔ کیا ان اہم مشکلات کا خدا کو علم نہیں تھا؟ اگر اسے علم تھا تو پھر دعویٰ کے شروع سے ہی ان کو نبی کیوں نہ بنایا جو تدریجی طور پر ہی نبی بنانے کی ضرورت پڑ گئی حالانکہ کسی شخص کو درجہ بدرجہ ترقی دے کر کبھی بھی نبی نہیں بنایا گیا تو پھر حضرت مرزا صاحب کے متعلق خدا کی یہ سنت کیوں بدل گئی؟ حالانکہ اس کا ارشاد ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا "اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہ پائے گا"۔ (آیت ۳۳: ۶۱)

(۶) اگر یہ کہا جائے کہ ان ضروریات کے متعلق خدا سے پوچھئے جس نے حضرت مرزا صاحب کو نبی بنایا تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیا تھا وہاں سے یہ جواب ملا تھا کہ ہم نے اس کو ہرگز یہ نہیں کہا تھا کہ اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کر لو اگر ہمیں اس کے دعوے میں کسی قسم کی تبدیلی کرنی منظور ہوتی تو پھر اسے ایسی ہی وحی کرتے جیسی کہ رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ کی تبدیلی کے متعلق کی گئی تھی اب "ایک غلطی کا ازالہ" میں تبدیلی عقیدہ کے متعلق خدا کی وحی کا نہ ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اللہ کی وحی کے ماتحت ہرگز اپنا عقیدہ نہیں بدلا بلکہ اپنے

مرید کی غلطی کی اصلاح کے ماتحت سنہ ۱۹۰۱ء میں یہ عقیدہ بدلا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ اگر مرید غلطی نہ کرتا تو پھر حضرت مسیح موعود کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی۔

(۷) علاوہ "ایک غلطی کا ازالہ" کے حقیقۃ الوحی کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے سنہ ۱۹۰۷ء میں اپنے دعوے میں تبدیلی کی۔ جب کہ ایک شخص نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تریاق القلوب میں آپ نے اپنے آپ کو مسیح پر جزئی فضیلت دی ہے مگر بعد میں دافع البلاء میں آپنے لکھا ہے کہ "میں اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہوں" ان دونوں باتوں میں تناقض پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعود نے یہ دیا:۔

"یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھیراؤں۔ ۔ ۔ ۔ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں مَیں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالے کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں۔ ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے۔ میں خدا تعالیٰ کی تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

مندرجہ بالا جواب سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے نبی بن گئے تھے سراسر غلط ہے کیونکہ اس سوال و جواب میں عقیدہ نبوّت کی تبدیلی کا کوئی ذکر نہیں بلکہ سائل کا سوال محض فضیلت کے متعلق ہے نہ کہ نبوّت کے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان الفاظ "اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا" سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی بن گئے تھے اس لئے انہوں نے اپنے دعوے میں تبدیلی کی تو پھر قابل غور بات یہ رہ جاتی ہے کہ جب اللہ تعالے نے انہیں ۲۳ سال کی وحی میں نبی کہکر پکارا تو پھر وہ نبی ہونے کا انکار کیوں کرتے رہے کیا ایک شخص کو نبی کہکر پکارنا بڑی بات ہے یا نبی کا خطاب دینا عقلمندو۔ کچھ تو سوچو۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس دن حضرت مرزا صاحب کو نبی کا خطاب ملا اس دن سے وہ نبی بن گئے تو پھر معلوم ہوا کہ سنہ ۱۹۰۷ء سے پہلے وہ نبی نہ تھے اور صرف ایک سال کے لئے وہ نبی بنائے گئے کیونکہ سنہ ۱۹۰۸ء

ہیں تو وہ وفات پا گئے۔ بلاشبہ نبی کا خطاب دیا جانا ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ جزئی فضیلت تھی کیونکہ حضرت عیسیٰؑ تو نبی تھے اور مرزا صاحب کو نبی کا خطاب دیا گیا جس کے دیئے جانے کی یہ غرض تھی کہ ان کی حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ مماثلت ثابت ہو سکے کیونکہ پہلے ان کا "یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت وہ نبی ہے" لہذا آپ کو نبی کا خطاب دیا گیا تا کہ ان کے ساتھ کچھ تو مشابہت ہو جائے، جیسا کہ اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے: "کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکا نہ کھاوے، میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ وہ نبوت نہیں ہے جو ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے، کوئی مستقل نبی اُمتی نہیں کہلا سکتا مگر میں اُمتی ہوں پس یہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا تا حضرت عیسیٰ سے تکمیل مشابہت ہو"۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ۔ ۱۹۰۸ء)

(۸) دراصل مذکورہ بالا سوال و جواب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ زیر بحث معاملہ صرف فضیلت کا ہی تھا کہ آیا وہ جزئی تھی یا کلی؟ اب ان الفاظ سے "کہ میں اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہوں" سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ کلی فضیلت تھی سراسر جہالت ہے کیونکہ یہ تحریر اپریل ۱۹۰۲ء میں دافع البلاء میں شائع کی ہے اور پھر اس کے ایک ماہ بعد مئی ۱۹۰۲ء میں اپنی قلم سے رسالہ ریویو میں یہ لکھتے ہیں "ایسا ہی مثیل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے"، اب اگر "تمام شان" سے مراد فضیلت کلی تھی تو پھر ایک ماہ کے بعد کس طرح جزوی فضیلت ہو گئی۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء کی ڈائریوں میں بھی جزئی فضیلت کا ہی اعتراف پایا جاتا ہے "حقیقتاً تمام شان سے آپ کا مطلب یہی ہے کہ "آنے والا مسیح جو آخری زمانہ میں آئے گا اپنے جلال اور قوی نشانوں کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے ..... آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا گیا ہے (حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۴)

(۹) علاوہ ازیں ۱۹۰۳ء میں بھی جزئی فضیلت کا بھی اقرار کیا ہے جو کہ ایک حلفی بیان کی صورت میں ہے جو عدالت میں ۱۹۰۳ء میں بعض مقدمات کے اثنا میں ہوا اور جس کو آپ نے خود بطور نشان کے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں بالفاظ ذیل ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔

"۸۰ نشان۔ ایک دفعہ میں گورداسپور میں ایک مقدمہ کی وجہ سے (جو کرم الدین جہلمی نے میرے اوپر دائر کیا تھا) موجود تھا۔ الہام ہوا۔ یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون یعنی تیری شان کے بارہ میں پوچھیں گے کہ تیری کیا شان اور کیا مرتبہ ہے۔ کہہ وہ خدا ہے جس نے تجھے یہ مرتبہ بخشا ہے

٭ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کو تو اللہ کی طرف سے توریت اور انجیل دی گئی تھیں مگر حضرت مرزا صاحب کو کوئی کتاب نہ ملی۔

پھر ان کو اپنے لہو ولعب میں چھوڑنے سے ہو میں نے یہ الہام اپنی اس جماعت کو جو گورداسپور میں میرے ہمراہ تھی جو چالیس آدمی سے کم نہ ہوں گے۔ سنا دیا۔ جن میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر بھی تھے۔ پھر بعد اس کے جب ہم کچہری گئے۔ تو فریق ثانی کے وکیل نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ آپ کی شان اور آپ کا مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ تریاق القلوب[1] کتاب میں لکھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے۔" اب ان حوالوں کو منسوخ کرنا گویا مندرجہ بالا نشان کو باطل کرنا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ باپ کا قائم کردہ نشان اس کے بیٹے کے ہاتھ سے ہی مٹ گیا۔

چھٹی فصل۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد مجدد مسیح موعود حکم اور عدل کی تحریرات منسوخ کی جاسکتی ہیں؟

(۱) اب صاحبزادہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے تبدیلی عقیدہ کو مان کر ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء سے پہلے کی تمام تحریرات کو جن میں انہوں نے نبی ہونے کا انکار کیا ہے منسوخ کر دیا جیسا کہ ذیل کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔

(ا) "۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے کا انکار* کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے" (حقیقت النبوۃ ص ۱۲۱)

(ب) پس ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا (القول الفصل ص ۲۴) بلا شبہ حضرت مرزا صاحب کی بارہ سال کی تحریروں کو صرف ایک قلم کی جنبش سے منسوخ کر دینا نہ صرف خود ان کے حکم و عدل ہونے کا انکار کرنا ہے بلکہ دوسروں کو انکار کرنے کی ترغیب دینا ہے اگر کوئی اور شخص ایسا کرتا تو پھر اسے نہ صرف لعنت اور ملامت کا ہی نشانہ بنایا جاتا بلکہ اسے گردن زدنی قرار دیا جاتا مگر میاں صاحب سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ آپ کو ایک مامور من اللہ حکم اور عدل کی تحریروں کو منسوخ کرنے کا کیا حق تھا اگر آپ کو کوئی حق حاصل تھا تو پھر دوسروں کو کیوں نہیں؟ تعجب تو اس امر پر ہے کہ لکھنے والا تو مامور من اللہ باپ اور منسوخ کرنے

---

* یہ بات مان کر کہ ایک زمانہ میں حضرت مرزا صاحب اپنی نبوت کا انکار کرتے تھے حالانکہ وہ نبی تھے تو پھر اس بات کی کوئی حاجت نہیں رہتی کہ کوئی شخص ان پر ایمان لائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کی نبوت سے انکار کرنا کفر ہے تو پھر حضرت مرزا صاحب کو خدا نبی کہتا تھا اور وہ نبی ہونے کا انکار کرتے تھے تو کیا وہ خود کفر کے فتوے کے ماتحت نہیں آتے؟ یقیناً اگر نبی خود اپنی نبوت سے انکار کرے تو وہ سب سے بڑھ کر کافر ہے کیونکہ دوسروں کو کہنے والا تو انسان ہے مگر اسے خدا خود کہتا ہے مگر یہ ایک معمولی سی بات بھی قادیانیوں کی سمجھ میں ہرگز نہیں بیٹھتی۔

---

[1] یہ کتاب ۱۹۰۲ء کی شائع شدہ ہے جس میں حضرت مسیح موعود نے اپنی شان کو مذکورہ بالا الفاظ میں بتایا ہے۔

والا غیر مامور بیٹا۔ تحریریں تو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے لکھی گئیں مگر منسوخ سنہ ۱۹۱۴ء میں کی گئیں یعنی مرزا صاحب کی وفات کے چھ سال بعد۔

(۲) دراصل مسلمانوں میں منسوخ کرنے کی ایک پرانی بیماری ہے چنانچہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب مذہبی منما اپنی کم عقلی اور کم علمی کی وجہ سے قرآن پاک کی دو مختلف آیات کی آپس میں کوئی مطابقت نہیں کر سکتے تو پھر جھٹ یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں آیت منسوخ ہے اسی طرح سے جب میاں صاحب حضرت مسیح موعود مجدد۔ حکم اور عدل کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریرات متعلقہ نبوت میں کسی قسم کی مطابقت نہ کر سکے تو پھر فوراً سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو جن میں حضرت مرزا صاحب نے نبی ہونے کا انکار کیا تھا منسوخ قرار دے دیا اور اتنا بھی نہ سوچا اگر یہ تحریریں قابل منسوخ تھیں تو پھر حضرت مسیح موعود نے انہیں اپنی زندگی میں کیوں منسوخ نہ کیا یا اُن کی وفات کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم یا کسی اور صاحب نے کیوں انہیں منسوخ نہ ٹھہرایا؟ کیا منسوخ کرنے کا علم صرف صاحب زادہ صاحب کو ہی سینہ بسینہ ملا تھا اور باقی تمام صاحبان اس سے بے نصیب رہ گئے تھے، میاں صاحب کا ان کی زندگی میں ان تحریروں کو منسوخ نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ بھی اس وقت ان تحریروں کو قابل منسوخ نہ سمجھتے تھے اور نہ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے تھے اور نہ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت مرزا صاحب نے کسی وقت اپنے عقیدہ میں کوئی تبدیلی کی۔

(۳) اب میاں صاحب کا حضرت مرزا صاحب اور مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے بعد گویا چودہ سال کا وقفہ لے کر ان تحریروں کو منسوخ کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس کی تہ میں صرف اتنی خود غرضی تھی کہ اپنے باپ کو نبی بنانے کے لئے کوئی راہ نکالی جائے اور وہ آسان راہ یہی تھی کہ جن تحریروں میں انہوں نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے انہیں منسوخ قرار دیدیا جائے۔ کیونکہ جب تک ان کی تحریروں کو منسوخ نہ کیا جائے وہ نبی نہیں بن سکتے گویا حضرت مسیح موعود کی نبوت کی بنیاد اُن کی تحریروں کی منسوخی پر ہے نہ کہ خدا کی وحی پر۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے خود اپنی تحریروں کو منسوخ نہیں کیا لہٰذا وہ نبی نہ تھے اسی طرح سے جو شخص ان تحریروں کو منسوخ نہیں سمجھتا اس کے نزدیک بھی وہ نبی نہیں مگر یہ نکتہ میاں صاحب کی سمجھ میں نہیں آتا۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر بقول میاں صاحب سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی وہ تمام تحریریں جن میں صرف مرزا صاحب نے نبی ہونے کا انکار کیا ہے منسوخ ہیں تو پھر سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی وہ تمام تحریریں بھی جن میں نبی ہونے کا انکار کیا ہے کیوں نہ منسوخ نہ سمجھی جائیں۔ مگر میاں صاحب اس کے متعلق کوئی جواب نہیں دیتے۔ صاف ظاہر ہے کہ کسی اصول کے ماتحت کام نہیں کرتے ؛

اب حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو منسوخ کرنے کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ ان کا حکم اور عدل ہونا قطعاً باطل ہو گیا دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ جماعت احمدیہ میں دو گروہ ہو گئے جن میں دشمنی اور عداوت پڑ گئی جو قیامت تک جاری رہے گی گویا یہ جماعت اس آیت کی مصداق ہو گئی "وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ط اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے" (۵- آیت ۶۴) تیسرا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت مرزا صاحب کو نبی بنا کر چالیس کروڑ اہل اسلام کو کافر قرار دے دیا گویا بجائے دجال کو قتل کرنے کے رسول اللہ کی اُمت کو ہی قتل کرنا شروع کر دیا چوتھا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع دے دیا کہ چونکہ ان کی تحریروں میں اختلاف ہے لہذا ایسے شخص کو نبی ماننا تو درکنار مجدد ماننے کی بھی ضرورت نہیں۔ بلاشبہ صاحبزادہ صاحب کا حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو منسوخ کرنا جس سے مندرجہ بالا بد نتائج نکلتے ہیں ایک عمل غیر صالح ہے جس میں کوئی خوبی نہیں پائی جاتی یہی وجہ ہے کہ یہ آیت قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (کہا اے نوح وہ تیرے اہل سے نہیں ہے کیونکہ وہ بد عمل ہے) جو کہ حضرت نوحؑ کے بیٹے کے متعلق نازل ہوئی تھی وہ ان پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ جیسے حضرت نوحؑ کا بیٹا اپنے باپ کی باتوں کو منسوخ کر کے ان سے الگ ہو گیا تھا اسی طرح سے حضرت مرزا صاحب کا بیٹا بھی اپنے باپ کی تحریروں کو منسوخ کر کے ان سے الگ ہو گیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

ساتویں فصل۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے نبی بن گئے تھے۔

(۱) اگر بقول میاں محمود احمد صاحب قادیانی کے حضرت میرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر میاں صاحب نے خود ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۱ء میں یہ کیوں لکھا کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی شخص مقامِ نبوت پر کھڑا نہیں کیا جائے گا۔ کیا ایسی تحریریں لکھتے وقت صاحبزادہ صاحب کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ ۱۹۰۱ء میں تو اُن کے والد صاحب اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے مقام نبوت پر کھڑے ہو گئے تھے اگر علم تھا تو پھر جھوٹ کیوں لکھا۔ ذیل کی تحریرات ملاحظہ کیجئے:۔

یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے دنیا میں سینکڑوں نبی گذرے ہیں۔ مگر آنحضرت صلعم کے دعوے کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی ...... مگر آپ کی بعثت کے بعد سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں

"....پس اس کی طرف اشارہ تھا۔ کہ کان اللہ بکل شیئ علیما۔ یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔" (تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ئہ)

(۲) "اللہ تعالےٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کرکے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا... آپکی اتباع کی برکت سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں۔ جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل اور آپ کا فیض قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا"۔ (اخبار بدر و الحکم ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ئہ۔ زیر عنوان خاتم النبیین)

(۲) مذکورہ بالا تحریرات میں دو باتیں صاف طور پر بیان کی گئی ہیں ایک تو یہ "کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی شخص نہیں آئے گا جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے" اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور رسول کریم ؐ کی پیروی سے تو انسان مقام ولایت تک ہی پہنچتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا ارشاد ہے:- "میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلعم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے"۔ (چشمہ معرفت حصہ دوئم صفحہ ۰ طبع سال ۱۹۰۸ئہ) اگر حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۸ئہ میں نبی تھے تو پھر یہ کیوں نہ کہا کہ کلام ربانی اور رسول حقانی کا سچا پیرو مقام نبوت تک پہنچ جاتا ہے۔ دوستو! یہ عام قاعدہ ہے کہ انسان جس مقام تک پہنچتا ہے اسی کی گواہی دیتا ہے۔

(۳) دوسری یہ کہ "جس قدر اولیاء اللہ ہو گئے" سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت میاں صاحب حضرت مسیح موعود کو بھی اولیا سے ہی مانتے تھے نہ کہ نبیوں میں سے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ "قرآن شریف اور آنحضرت صلعم کی سچی پیروی سے انسان جماعت اولیا میں داخل ہو سکتا ہے" چشمہ معرفت حصہ دوئم صفحہ مطبوعہ ۱۹۰۸ئہ۔ اگر حضرت مرزا صاحب اس وقت جماعت انبیاء میں داخل تھے تو پھر یہ کیوں نہ کہا کہ قرآن حکیم اور رسول کریم ؐ کی سچی پیروی سے انسان جماعت انبیاء میں داخل ہو سکتا ہے حضرات! یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جس جماعت میں انسان رہتا ہے اسی کا نام لیتا ہے۔

(۴) میاں صاحب کے ان الفاظ "آپ (آنحضرت ؐ) پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا" سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کے نزدیک مارچ ۱۹۱۱ئہ تک خاتم النبیین کے وہی معنی تھے جو کہ حضرت مرزا صاحب نے کئے تھے "ہر نبوت را برو شد اختتام" اور دوسرے معنی ابھی تک تیار نہ تھے

ورنہ خاتم النبیین کے ماتحت "ہر قسم کی نبوتوں" کا خاتمہ کرنے کی بجائے آنحضرت ؐ کی مہر سے اجرائے نبوت کا ذکر کرتے۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب نبوت کی دو ہی قسمیں ہیں ایک تشریعی اور دوسری غیر تشریعی تو پھر ہر قسم کی نبوتوں کے خاتمہ کے بعد غیر تشریعی نبوت کس طرح باقی رہ گئی؟۔

(۵) میاں صاحب کی یہ تشریح کہ رسول اللہ کی اتباع سے آپ کی اُمت میں بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے لوگ پیدا ہوں گے اسی طرح کی ہے جیسی کہ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۷ء میں کی تھی۔ ملاحظہ کیجئے "کیونکہ اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا ہے یعنے آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶-۹۷ طبع سال ۱۹۰۷ء)۔

(۶) غرضکہ مارچ ۱۹۱۱ء تک صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود کے ساتھ ان اُمور میں متفق تھے کہ رسول اللہ ؐ آخری نبی ہیں اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ ان پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہوگیا اور حضرت مرزا صاحب جماعت اولیا میں داخل ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مارچ ۱۹۱۱ء تک نہ تو میاں صاحب نے یہ اعلان کیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے نبی بن گئے تھے اور نہ اپنے اعتقادات بدلے تھے۔ اب کسی قادیانی کو میاں صاحب سے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں پڑتی کہ آپ نے ان پرانے عقائد کو کیوں چھوڑا، اور یہ نئے عقائد (۱) حضرت محمد رسول اللہ صلعم آخری نبی نہیں ہیں (۲) رسول اللہ ؐ کے بعد نبوت جاری ہے لہٰذا حضرت مرزا صاحب نبی ہیں (۳) اہل اسلام جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے وہ کافر ہیں۔ (۴) اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں۔ کب اور کس غرض کے ماتحت اختیار کئے اور نہ میاں صاحب کو خود یہ بتلانے کی ہمت پڑتی ہے اور وہ بتلائیں بھی کیونکر جب کہ پالٹکس یعنی چالبازی سے کام لینا ٹھہرا اور مریدوں نے پیر پرستی کی اندھی تقلید کی وجہ سے پوچھنا نہ ٹھہرا صاف ظاہر ہے کہ جب مذکورہ بالا تحریریں لکھی گئی تھیں اس وقت میاں صاحب نہ تو ختم نبوت کے منکر تھے اور نہ اپنے باپ کو نبی سمجھتے تھے۔ بلاشبہ ۱۹۱۰ء میں تبدیلی عقیدہ کی اختراع بعد کی ایجاد ہے تاکہ حضرت مرزا صاحب کو نبی

---

[1] چونکہ میاں صاحب کے عقائد بدلنے کا ابھی آغاز ہی تھا جس کا کئی مریدوں کو کوئی علم ہی نہ تھا اس لئے ایک شخص نے

بنانے کا ڈھونگ رچایا جائے اور اپنی حیثیت کو بڑا بنایا جائے۔

(۷) اگر بقول میاں صاحب حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر اُن کے مریدوں نے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد اُن کی نبوت سے انکار کیوں کیا؟ کیا انہیں اتنا بھی علم نہ تھا کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں تو ان کے مرشد نبی بن گئے تھے اگر علم تھا تو پھر جھوٹ کیوں بولا۔ ذیل کی تحریریں ملاحظہ کیجئے:۔

(۱) مولوی سرور شاہ صاحب پرنسپل مدرسہ احمدیہ نے کسی مخالف کو لفظ نبی کے استعمال کرنے پر یہ جواب دیا:۔
"لفظ نبی کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں۔ اوّل۔ اپنے خدا سے اخبار غیب پانے والا۔ دوم۔ عالی رتبہ شخص جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے۔ وہ نبی ہے۔ اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں"۔ (بدر مورخہ ۱۶ فروری سنہ ۱۹۱۱ء)

(۲) مفتی محمد صادق صاحب جو اخبار بدر کے ایڈیٹر تھے۔ اپنی قلم سے مولوی شبلی مرحوم سے اپنی ملاقات کا قصہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں:۔ "شبلی نے دریافت کیا۔ کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا اور نہ پرانا۔ ہاں مکالماتِ الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے وہ بھی آنحضرت صلعم کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا اور آیندہ بھی ہوتے رہیں گے چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶) لکھنؤ سے یہ دریافت کیا کہ کیا آپ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں سوال سے یہ جواب دیا گیا "نبوت کے متعلق میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح موعود کو نبی ظلی ہی مانتے ہیں۔ چونکہ حضرت صاحب کے درجہ کو اس وقت بہت گھٹا کر لکھا جاتا ہے۔ اس لئے مصلحت وقت مجبور کرتی ہے کہ آپ کے اصل درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جائے ورنہ اس طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے کہ آپ نبی نہ تھے۔ بلکہ اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں مگر یہ صرف چند روزہ بات ہے اور بطور علاج کے ہے"۔ (ضمیمہ اخبار پیغام صلح جلد ۲ نمبر ۶ مورخہ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۱۴ء)
جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے پہلے لفظ نبی کو میاں صاحب نے مصلحت کے طور پر پولیٹیکل رنگ میں چند روز

ہوتے تھے اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتلائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنیوالے تھے اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں۔" (بدر جلد ۹ نمبر ۱۵ و ۱۶ ۱۹۱۲ء)

(۳) میر محمد سعید صاحب حیدر آبادی جو جماعت حیدر آباد دکن کے پیشرو ہیں ایک مخالف کے جواب میں یہ لکھا تھا۔ "حضرت مرزا صاحب نے محدث ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور محدثیت کی تعریف جو احادیث صحیح بخاری وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے وہ ایک قسم کی جزوی نبوت اور ظلی اور طفیلی رنگ کی ہوتی ہے جو ہر ایک محدث امتی کو عطا ہوتی ہے۔" (انوار اللہ صفحہ ۲۶۳) "غرض حضرت مرزا صاحب نے صرف محدث ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ نہ نبی حقیقی ہونے کا جو خاتم النبیین کے منافی اور لا نبی بعدی کے خلاف ہے جس میں استغراق بسبب واقع ہونے نکرہ تحت لائے نفی جنس کے ایسا کامل ہے۔"۔۔۔۔ (انوار اللہ صفحہ ۲۶۹ سنہ ۱۹۰۴ء)

(۴) مولوی عمر الدین صاحب شملوی سنہ ۱۹۱۴ء میں کتاب "ختم نبوت کی حقیقت" میں لکھتے ہیں:۔

"نبی بالفعل اور نبی بالقوۃ میں صرف منصب کا فرق ہے ورنہ دونوں میں کمالات کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہوتا اور محدث کو جب نبی کہیں گے تو بلحاظ کمالات کے ہی کہیں گے اور حضرت مرزا صاحب نے بھی انہی معنوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر سدباب نبوت نہ ہوتا تو محدث ویسے ہی نبی ہو جاتے جیسے پہلے تشریعی نبی تھے اسلئے سدباب نبوت کہکر دعویٰ نبوت سے انکار کرنا یہی معنے رکھتا ہے کہ میں تشریعی نبوت کا مدعی نہیں ہوں جو ختم نبوت کے خلاف ہے ہاں محدث ہوں جو بالقوۃ نبی ہوتا ہے۔" (ختم نبوت کی حقیقت صفحہ ۲۱ سنہ ۱۹۱۴ء)

(۵) میر قاسم علی صاحب جو بہت سی اخباروں کے ایڈیٹر اور کتابوں کے مصنف ہیں سنہ ۱۹۱۱ء میں ایک کتاب دین الحق نام سے لکھتے ہیں جس میں حضرت صاحب کی اپنی تحریریں نقل کر کے پبلک کو یقین دلایا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت کا ہرگز نہ تھا۔ چنانچہ ذیل کے الفاظ اس کتاب میں نقل کئے گئے ہیں:۔

"سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۹۷) کے واسطے بطور علاج کے استعمال کرنا شروع کیا تھا ورنہ آپ تو دبھی لفظ نبی کو استعمال کرنا پسند نہیں کرتے تھے مگر جب یہ دیکھا کہ مریدوں میں مرزا صاحب کی نبوت کی پٹڑی جمانے میں کوئی دقت نہیں پڑتی تو پھر کھلم کھلا اس بات کا پرچار کرنا شروع کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب تو نبی ہیں۔ یہ ہیں سیاسی چالیں جنہوں نے مذہب کو بدنام کر رکھا ہے۔ دوستو! جب مسیح موسوی کے ماننے والے اپنے مذہب کو بگاڑ کر چالوں سے کام لیتے ہیں تو

اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔" (صفحہ ۲۸) "میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (صفحہ ۲۹) "اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا۔ . . . ہاں محدث آئیں گے۔ جو اللہ جلشانہٗ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک میں ہوں"۔ (صفحہ ۳۱)

(۶) یہ لوگ تو ہندوستان میں یہ تشریحات پیش کرتے تھے۔ مگر مولوی غلام نبی صاحب نے ۱۹۰۱ء کے بعد اہل مصر کو بھی یہی یقین دلایا کہ حضرت صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا محض دشمنوں کا افترا ہے۔ چنانچہ ان کی کتاب ہدیۃ السعدیہ میں ذیل کی عبارتیں موجود ہیں:-

"اصلاح سلسلہ موسویہ کے لئے انبیا آتے تھے اور سلسلہ محمدیہ میں اولیا اور علماء ہیں۔ وہابی کہتا ہے کہ تمہارا امام نبوت کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میری طرف وحی ہوئی۔ احمدی کہتا ہے کہ یہ ظن فاسد ہے کیونکہ قرآن شریف نے بہت جگہ لفظ وحی استعمال کیا ہے جیسے اذ اوحینا الی امك ما یوحی اور اوحی ربك الی النحل اور فاوحی الیھم ان سبحوا وغیرہ بس وحی انبیا سے مخصوص نہیں ہے۔ . . . اور ان کا یہ کہنا کہ وہ مسیحیت کا دعویٰ کرتا ہے اور مسیح نبی تھا۔ قیاس فاسد ہے کیونکہ تو نے اس کی موت کی دلیلیں سن لی ہیں اور ہمارے نبی کریم محمد صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ عرب سے نہ یہود سے نہ عجم سے نہ نیا نہ پرانا ورنہ بابیوں کا مذہب سچا قرار پائے گا"۔

(۷) دراصل بات یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نہ تو ۱۹۰۱ء میں اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی کی اور نہ اس کے متعلق کوئی اشتہار دیا اگر کوئی تبدیلی کی ہوتی یا کوئی اشتہار دیا ہوتا تو پھر ان کے مریدوں کو ضرور علم ہوتا اب مریدوں کا ۱۹۰۱ء کے بعد بھی ان کے نبی ہونے کا انکار کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۹۸) پھر کیا وجہ ہے کہ مسیح محمدی کے ماننے والے اپنے مذہب کو بگاڑ کر چالوں سے کام نہ لیں ورنہ مسیح موسوی اور مسیح محمدی میں کوئی مماثلت قائم نہیں ہو سکتی۔ بلاشبہ سینٹ پال نے بھی حضرت مسیح ابن یوسف کو مصلحت کے طور پر خدا کا بیٹا بنایا تھا اسی طرح میاں صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو محدثیت سے مصلحت کے طور پر نبی بنایا۔

یا تو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوے میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور نہ سنہ ١٩٠١ء میں نبی بنے یا اُن کے مرید ہی منافق تھے دل میں تو اُن کو نبی سمجھتے تھے مگر لوگوں کے سامنے اُن کے نبی ہونے کا انکار کرتے تھے ایسے مریدوں پر یہودا اسکریوطی کی مثال صادق آتی ہے جس نے تیس روپیہ رشوت لے کر حضرت مسیح کو گرفتار کرا دیا تھا۔ اللہ نے کیا ہی اچھا نبی بھیجا جس نے نہ تو خود اپنے دعوے کو سمجھا اور نہ اس کے بیٹے نے اور نہ اس کے مریدوں نے ماشاء اللہ نبی ہو تو ایسا ہی ہو۔

آٹھویں فصل۔ حضرت مرزا صاحب نے سنہ ١٩٠١ء کے بعد ولی۔ مجدّد اور محدّث ہونیکا اقرار کرکے نبی ہونیکا انکار کیوں کیا؟

(ا) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے سنہ ١٩٠١ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر سنہ ١٩٠١ء کے بعد بھی کیوں یہ کہا کہ وحی نبوّت کا دروازہ تو قیامت تک بند ہے مگر وحی ولایت کا دروازہ کھلا ہے ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

سنہ ١٩٠١ء سے پہلے

(ا) "اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوّت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے تو میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوّت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوّت کا اس اُمتِ مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوّت جس کا ہمیشہ کیلئے سلسلہ جاری رہے گا نبوّت تامّہ نہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوّت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدّثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتداء سے ملتی ہے۔ جو مستجمع جمیع کمالات نبوّت تامّہ ہے یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم" (توضیح مرام صفحہ ٩ و ١٠)

(٢) "بلکہ یہ حدیث لم یبق من النبوّة الا المبشّرات

سنہ ١٩٠١ء کے بعد

(ا) "کیونکہ مستقل نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ مگر ظلّی نبوّت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو۔ تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمّت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷، ۲۸ سنہ ١٩٠٧ء)

(٢) "اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کی وحی یقینی پہلی امتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے۔ اس امت میں بھی اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے۔ تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے کے احقر الامم نہ ٹھہر جائے" (نزول مسیح صفحہ ٨٩ سنہ ١٩٠٢ء)

(٣) "گذشتوں مذہبوں میں عورتوں کو بھی الہام ہوا جیسا کہ موسیٰ کی ماں اور مریم کو۔ مگر تم مرد ہو کر ان عورتوں کے

۱۹۰۱ء سے پہلے

دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ نبوت تامہ جو وحی شریعت[1] کی حامل ہوتی تھی وہ منقطع ہو چکی ہے لیکن وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہے وہ کبھی منقطع نہیں ہوگی"۔ (توضیح مرام صفحہ ۹ و ۱۰)

(۳) "اگر کوئی کہے کہ حضرت عیسٰی نبی اللہ ہو کر توریت کی تصدیق کے لئے آئے۔ پس ان کے مقابل پر تمہاری گواہی کیا قدر رکھتی ہے اسجگہ بھی تصدیق جدید کے لئے کوئی نبی ہی چاہیئے تھا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں اس نبوت کا دروازہ تو بند ہے جو اپنا سکہ جماتی ہو اللہ تعالٰی فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی اور بایں ہمہ حضرت مسیح کی وفات نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکی لہذا دنیا میں ان کے دوبارہ آنے کی اُمید طمع خام اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت اور مکالمات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۷۳)

۱۹۰۱ء کے بعد

برابر بھی نہیں"[2]۔

(۴) "اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے"۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴، ۳۲۵)

دراصل وحی کے معاملہ میں حضرت مرزا صاحب کو عورتوں کے برابر ہی کرنے کے لئے ان کا نام "براہین احمدیہ" میں "مریم" رکھا گیا تھا جس کی تہ میں ایک نکتہ تو یہ تھا کہ ان کی وحی بھی عورتوں کی سی وحی ہے لہذا وہ نبی نہیں مگر افسوس اکثر قادیانی اس فلسفہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور دوسرا نکتہ یہ تھا کہ جیسے مریم کا نام رکھنے سے وہ حقیقی طور پر عورت نہیں بن گئے تھے بلکہ مجازاً تھے اسی طرح سے نبی کا نام پانے سے وہ حقیقی طور پر نبی نہیں بن گئے تھے۔ بلکہ مجازی تھے اب حقیقت اور مجاز کو سمجھنے کے لئے اس سے بڑھکر اور کیا عمدہ مثال ہو سکتی ہے۔

---

[1] اگر مبشرات والی نبوت سے مراد غیر تشریعی نبوت ہے تو پھر ایک، تو اُن لوگوں کو جنہوں نے حضرت مرزا صاحب سے پہلے بھی ایسی نبوت کو پایا۔ کیوں غیر تشریعی نبی نہیں کہا جاتا۔ دوسرے جب حضرت مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں بھی لکھ دیا تھا کہ وحی شریعت والی ختم ہو چکی ہے تو پھر انہیں اسی سال سے بغیر شریعت کے نبی کیوں نہ مانا گیا حالانکہ مکفرین نے بھی اسی تحریر کی رو سے آپ کو غیر تشریعی نبی قرار دے کر ہی کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔

[2] اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے:۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل میں جو تم سے پہلے تھے ایسے لوگ تھے جن سے مکالمہ ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں سو اگر میری امت میں (باقی بر صفحہ ۱۰۲)

(۲) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر اپنی وحی کو سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اولیاء کی وحی کیوں قرار دیا۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں باقی ہیں نبوت سے مگر مبشرات یعنی نبوت کے انواع میں صرف ایک نوع باقی رہ گئی ہے اور وہ مبشرات ہیں از قسم رؤیا صادقہ اور صحیح مکاشفات اور وحی جو خواص اولیاء پر اترتی ہے۔" (توضیح مرام صفحہ ۱۰ و ۱۱)

(۲) "کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالیٰ نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ ۱۱ برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس کی گردن نہ کاٹے"[1] (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۲)

(۳) "میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو برنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف کا احساس ہوتا ہے" (برکات الدعا صفحہ ۱)

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "سنو خدا کی لعنت ان پر جو دعویٰ کریں۔ کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن شریف معجزہ ہے جس کی مثل کوئی انس اور جن نہیں لا سکتا۔۔۔۔۔ بلکہ وہ ایسی وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی بھی نہیں اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور کوئی وحی بھی ہو۔ اسلئے کہ وحی رسانی میں خدا کی تجلیات ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالےٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی ایسی کسی پر نہ ہوئی ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ کبھی پیچھے ہوگی اور جو شان قرآن کی وحی کی ہے وہ اولیاء کی وحی کی شان نہیں۔ اگرچہ قرآن کے کلمات کی مانند کوئی کلمہ انہیں وحی کیا جائے" (الہدیٰ صفحہ ۳۲ سنہ ۱۹۰۲ء)

اب حضرت مرزا صاحب کی وحی کو مثل قرآن کریم کتاب اللہ ٹھہرا کر انہیں نبی بنانا گویا انہیں لعنتی ٹھہرانا ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۰۱) ان میں سے کوئی ہو تو وہ عمر رض ہے۔ (صحیح بخاری) بالا شبہ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کے پانے والے کو محدث کے نام سے پکارا گیا ہے اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے: "حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پہلے جو امتیں تھیں ان میں محدث ہوا کرتے تھے۔ پس اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے" (بخاری صفحہ) ظاہر ہے کہ محدث نبی نہیں ہوتا جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے: "عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رض ہوتا" (ترمذی)

[1] نہ صرف آئینہ کمالات اسلام میں جو کہ سنہ ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی گیارہ سال کی وحی کو وحی ولایت قرار دیا گیا ہے بلکہ "الہدیٰ" میں بھی جو کہ جون سنہ ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی اپنی وحی کو اولیاء کی وحی سمجھا گیا ہے اس حساب سے بیس سال تک لگاتار حضرت مرزا صاحب پر وحی ولایت ہی نازل ہوتی رہی۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ سنہ ۱۹۰۱ء میں بھی نبی نہ تھے۔ جب آپ نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار نہیں

(باقی بر صفحہ ۱۰۳)

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

(۴) "ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں۔ بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے ..... غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف وحی ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔"

مجموعہ اشتہارات حصہ سوم

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

(۲) "سو سچے دین کا منبع اگر خود نفس امارہ کے حجاب میں نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کی کلام کو سن سکتا ہے سو ایک امتی کو اس طرح کا نبی بنانا سچے دین کی ایک لازمی نشانی ہے ... اگر نبی کے صرف یہ معنے کئے جائیں کہ اللہ جل شانہ اس سے مکالمہ مخاطبہ رکھتا ہے اور بعض اسرار غیب کے اس پر ظاہر کرتا ہے تو اگر ایک امتی ایسا نبی ہو جائے تو اس میں حرج کیا ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ یہ امید دلائی ہے کہ ایک امتی شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کے اپنے اولیاء سے مکالمات مخاطبات ہوتے ہیں" (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۳۹ سنہ ۱۹۰۸ء)

(۳) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اپنے آپ کو اولیاء کے زمرہ میں شمار کیوں کیا؟ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے :-

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "یہ وہ باتیں ہیں جن کا الہام اس وقت اور اس سے

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "سو ان لوگوں سے کچھ خارق عادت افعال یا اقوال

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۰۲) دیا تو پھر ان کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنا سراسر جہالت نہیں تو اور کیا ہے آپ نے صاف لکھدیا ہے "کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷) البتہ مومنوں کی تائید کے لئے آنا اور بات ہے جیسا کہ حضرت احسان رضی اللہ عنہ کی تائید کرتے تھے مگر وہ نبی نہ ہو گئے اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے :- "اب ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرت جبرائیل حسان کے ساتھ رہتے تھے اور ہر دم ان کے رفیق تھے اور ایسا ہی یہ آیت کریمہ بھی کہ ایدھم بروح منہ صاف اور کھلے کھلے طور پر بتلا رہی ہے کہ روح القدس مومنوں کے ساتھ رہتا ہے" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۰۴) چونکہ وحی نبوت کا دروازہ بند ہے اس لئے آپنے یہ بھی کہدیا "ہاں وحی ولایت اور مکالمات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے" (ایام الصلح صفحہ ۷۴) اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴ پر صاف لکھدیا "یہی ولایت ہے جس کے آگے کوئی درجہ نہیں" اب حضرت مرزا کو نبی بنانا گویا ان الفاظ کو صریحاً جھٹلانا ہے ::

۱۹۰۱ء سے پہلے

پہلے بھی میرے ربّ نے میری طرف کیا۔ وہ جس پر چاہتا ہے انعام کرتا ہے اور بہتر انجام دینے والوں کا ہے اور کہ اولیاء میں سے اس کے بندے ہیں جن کے آسمان پر نبیوں کے نام رکھے جاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ بعض اولیا کو بعض انبیاء کے قدم پر بھیجتا ہے پس جو شخص کسی نبی کے قدم پر بھیجا جاتا ہے ملاءِ اعلیٰ میں اسی نبی ابن کا نام اسے دیا جاتا ہے[1]" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۷۵، ۳۷۶)

(۲) "اللہ وتر ہے اور وتر سے پیار کرتا ہے اور اسی اس کی یہ سنت جاری ہے کہ وہ بعض اولیا کو بعض انبیاء کے قدم پر بھیجتا ہے۔ پس جو شخص کسی نبی کے قدم پر مبعوث ہوتا ہے وہ ملاءِ اعلیٰ میں اسی نبی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

(۳) ولایت نبوت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت اقرار وجود باری تعالیٰ کیلئے پناہ۔ پس اولیا انبیاء کے وجود میخوں کی مانند ہیں اور انبیاء خدا تعالیٰ کا وجود قائم کرنے کے لئے نہایت مستحکم کیلوں کے مشابہ ہیں" (مجموعہ اشتہارات حصہ اوّل صفحہ ۲۹)

۱۹۰۱ء کے بعد

پاک نوشتوں سے مشابہ تم دیکھتے ہو وہ ان کی طرف سے نہیں۔ بلکہ وہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتے ہیں ہاں وہ ظلیت کے لباس میں ہوتے ہیں۔ اور تمہیں اولیاء الرحمٰن کی نسبت ایسی بزرگی اور شان میں شک ہے تو پڑھ لو آیت صراط الذین انعمت علیہم کو غور و فکر سے"۔

(الہدیٰ صفحہ ۱۳ سنہ ۱۹۰۲ء)

(۲) کہ "جس طرح قرآن شریف اور آنحضرت صلعم کی سچی پیروی سے انسان جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتا ہے"

(۳) میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے میں نے آنحضرت صلعم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے" (چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۵۹، ۶۰ سنہ ۱۹۰۸ء)

اگر آنحضرت ص کی اُمت میں کسی نے نبی ہو کر مقام

---

[1] دراصل حضرت مرزا صاحب ولی تھے اور نبی کا نام اور خطاب بطور عزت کے دیا گیا تھا ورنہ نبی کو نبی کا نام اور خطاب دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے:۔ (۱) لفظ نبی انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلّم ہے۔ (حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۸) (۲) کہ بروزی طور سے میرا نام نبی رکھا گیا (ایک غلطی کا ازالہ سنہ ۱۹۰۱ء) (۳) اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا ہے (ایک غلطی کا ازالہ سنہ ۱۹۰۱ء) (۴) مجازی طور سے میرا نام نبی رکھا گیا۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴ سنہ ۱۹۰۶ء) (۵) صریح طور سے نبی کا خطاب مجھے دیا گیا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ سنہ ۱۹۰۷ء) (۶) استعارہ کے طور سے میرا نام نبی ہے۔ (ضمیمہ براہین پنجم صفحہ ۱۸۸ سنہ ۱۹۰۸ء) (۷) میرا نام ظلی طور پر نبی رکھا گیا (ضمیمہ براہین پنجم صفحہ ۱۸۸ سنہ ۱۹۰۸ء) (۸) اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا (چشمہ معرفت حاشیہ صفحہ ۳۲۴ سنہ ۱۹۰۸ء) (۹) خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا

نبوت تک پہنچ جانا تھا تو پھر اللہ اور رسول کی اطاعت کے ماتحت ولی ہو کر مقام ولایت تک پہنچ جانے کی حد بندی کیوں کی گئی اور کس واسطے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی نہ صرف تو حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو بلکہ ان کے صاحبزادہ صاحب نے بھی انہیں اولیاء کے گروہ میں ہی سمجھا۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

باپ

"اور اس امت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اولیاء کیساتھ مکالمات اور مخاطبات ہیں اور ان کو رنگ انبیاء دیا جاتا ہے مگر وہ در حقیقت نبی نہیں ہوتے اس لئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے اور ان کو نہیں دیا جاتا مگر فہم قرآن اور وہ نہ قرآن پر زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶، ۶۷)

بیٹا

"آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آئیگا کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جاوے اور وہ آپ کی تعلیم کو منسوخ کرے اور نئی شریعت جاری کرے بلکہ جس قدر اولیاء اللہ ہوں گے اور متقی اور پرہیزگار لوگ ہونگے سب کو آپ کی غلامی میں ہی جو کچھ ملیگا ملیگا" (تشحیذ الاذہان اپریل سنہ ۱۹۱۱ء)

صاحبزادہ صاحب کی مذکورہ بالا تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی سنہ ۱۹۱۱ء تک اپنے والد صاحب کو اولیاء اللہ کے زمرہ میں ہی سمجھتے تھے صاف ظاہر ہے کہ نبی بنانے کا خیال ابھی تک پختہ طور پر ذہن نشین نہیں ہوا تھا۔

(۴) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر اپنے آپ کو سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی مجدد کیوں کہا۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

"جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں" (فتح اسلام حاشیہ صفحہ ۷)

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

"مجدد جو اس چودھویں صدی کے سر پر بموجب حدیث نبوی کے آنا چاہیئے تھا وہ یہی راقم ہے" (تریاق القلوب صفحہ ۲۰)

"خدا نے اس رسول کو یعنی مجدد کامل کو اسلئے بھیجا ہے تا کہ خدا اس زمانہ میں یہ ثابت کر کے دکھلا دے کہ اسلام کے مقابل پر سب دین اور تمام تعلیمیں ہیچ ہیں" (تریاق القلوب صفحہ ۶۱)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۰۴) اور یہ ایک مجھے عزت کا خطاب دیا گیا ہے (خط حضرت صاحب اخبار عام ۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۸ء) (۱۰) سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پاکر (باقی بر صفحہ ۱۰۶)

۱۹۰۱ء سے پہلے

"اے بھائیو میں اللہ کی طرف سے محدّث بنا کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اور ان سب لوگوں کی طرف جو زمین میں ہیں ... اور اُس نے مجھے اِس صدی کے سر پر بھیجا ہے"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۷)

"میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدّث اور اللہ کا کلیم ہوں تاکہ دینِ مصطفےٰ کی تجدید کروں اور اس نے مجھے صدی کے سر پر بھیجا"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸۳)

۱۹۰۱ء کے بعد

"اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے مجدّد صدی بھی اور مجدّد الف آخر بھی"۔ (لیکچر اسلام سیالکوٹ صفحہ ۷)

"اگر درمیانی زمانے میں یہ غلطیاں نہ پڑتیں تو پھر مسیح موعود کا آنا فضول اور انتظار کرنا بھی فضول تھا۔ کیونکہ مسیح موعود مجدّد ہے، اور مجدّد غلطیوں کی اصلاح کے لئے ہی آیا کرتے ہیں"۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۴۴ سنہ ۱۹۰۸ء)

(۵) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر اپنے آپ کو سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی محدّث کیوں کہا؟ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:۔

۱۹۰۱ء سے پہلے

"بلکہ امام ربّانی صاحب[1] اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ و یکم ہے اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرت احدیّت سے مشرف ہو جاتا ہے اور ایسا شخص محدّث کے نام سے موسوم ہے اور انبیاء کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقعہ ہوتا ہے"۔ (براہین احمدیہ حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۵۴۵)

۱۹۰۱ء کے بعد

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوّت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رُو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں اُمتی ہوں اور ایک پہلو سے میں

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۰۵) بکثرت پیشگوئی کرنے والا"۔ (خط حضرت مسیح موعود اخبار عام ۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۸ء)

[1] حضرت مرزا صاحب نے اپنے محدّث ہونے کی تائید میں امام شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کو چار دفعہ نقل کیا ہے۔ تین دفعہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے جیسا کہ نمبر ۱ و ۲ و ۳ سے ظاہر ہوتا ہے جن میں محدّث کا لفظ صاف موجود ہے۔ مگر چوتھی دفعہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد حقیقۃ الوحی سنہ ۱۹۰۷ء میں پھر ان کی تحریر کا حوالہ دیا ہے جس جگہ نبی کا لفظ لکھا ہے جو کہ اس جگہ موزوں نہیں بیٹھتا کیونکہ شروع میں تو نبی ہونے کی تردید کر کے دعوئے نبوّت کو افترا قرار دیا گیا ہے لہذا آخر میں نبی کا لفظ لکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ افترا کی تائید کرتا ہے درحقیقت اس جگہ نبی کے (باقی بر صفحہ ۱۰۷)

۱۹۰۱ء سے پہلے

"اور حضرت مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی صفحہ ۹۹ میں ایک مکتوب بنام محمد صدیق لکھتے ہیں جس کی عبارت یہ ہے: یعنی اے دوست تمہیں معلوم ہو کہ اللہ جل شانہٗ کا بشر کے ساتھ کلام کرنا کبھی روبرو اور ہمکلامی کے رنگ میں ہوتا ہے اور ایسے افراد جو خدا تعالیٰ کے ہمکلام ہوتے ہیں وہ خواص انبیاء میں سے ہیں کبھی یہ ہمکلامی کا مرتبہ بعض ایسے مکمل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے اسکو محدث بولتے ہیں"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۹۱۴)

"اور امام مجدد سرہندی شیخ احمد رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مکتوب میں جس میں بعض نصیحتیں اپنے مرید محمد صدیق کی طرف لکھی ہیں فرمایا جان لے اے صدیق کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بشر کے ساتھ کبھی بہت قریب سے ہوتا ہے اور یہ افراد انبیاء میں سے ہوتے ہیں اور بعض وقت ان کے پیروؤں میں سے مکملوں کے ساتھ ہوتا ہے اور جب اس قسم کا کلام ان میں سے ایک کے ساتھ بکثرت سے ہو تو اسکا نام محدث رکھا جاتا ہے" (تحفہ بغداد صفحہ ۲۱)

۱۹۰۱ء کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

"ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔ اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں"۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ سنہ ۱۹۰۴ء)

"قولہ۔ احادیث میں نازل ہونے والے عیسیٰ کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ تو کیا قرآن اور

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۰۶) لفظ سے مراد امتی نبی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ایک پہلو سے امتی اور دوسرے پہلو سے نبی۔ علاوہ ازیں امام موصوف نے کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ جو شخص بکثرت مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو تو وہ نبی کہلاتا ہے۔ گویا اب حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی بنیاد بجائے خدا کی وحی پر رکھنے کے ایک غلط حوالے پر رکھی جاتی ہے قادیانی حضرات اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر اس جگہ کے لفظ نبی کی تشریح امتی نبی یا محدث کی نہ کی (باقی بر صفحہ ۱۰۸)

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

سوال ”در رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے

اما الجواب :۔ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے“

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲)

”یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں۔ یا محدث ہوں چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اسلئے اس شریعت میں نبی کے قائمقام محدث رکھے گئے“ (شہادۃ القرآن دوسرا ایڈیشن صفحہ ۲۷)

سنہ ۱۹۰۱ء سے بعد

حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے ۔ اوّل ۔ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے صرف پیشگوئی کرنے والے کے ہیں جو خدا تعالیٰ سے الہام پاکر پیشگوئی کرے ۔ پس جبکہ قرآن شریف کے رو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے جو بتوسط فیض اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہو اور وہ بذریعہ وحی الٰہی کے مخفی امور پر اطلاع پاوے تو پھر ایسے نبی اس اُمت میں کیوں نہیں ہونگے“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۳)

(۶) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر نبی کی وہ تعریف جو انہوں نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی ہے ان پر صادق کیوں نہیں آتی ؟

(۱) ”حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر

(۱) ”اور اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھاتے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک مانو۔ اور اس کیساتھ

جائے تو پھر حضرت مسیح موعود پر یہ الزام آتا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ اپنی مطلب براری کے لئے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی عبارت میں تحریف کی جو کہ ایک نبی کی شان کے شایاں نہیں ہو سکتا حالانکہ تو دلیسے شخص کو محدث ہی قرار دیتے ہیں“ اور جو شخص کثرت سے شرف ہم کلامی کا پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں۔“ ازالہ اوہام صفحہ ۹۱۴“ علاوہ ازیں ”شہادت القرآن“ کے حوالے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں یہی وجہ تھی کہ لیکچر سیالکوٹ“ میں آپ نے نبی اور رسول کے ساتھ محدث کا لفظ بھی بڑھایا جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اس وقت بھی محدث ہی تھے اگر نبی ہوتے تو پھر محدث کا لفظ بڑھانے کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔ علاوہ ازیں سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کے حوالے نمبر (۳) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب محدث تھے کیونکہ معترض کا یہی اعتراض تھا کہ محدث نبی کہلا سکتا ہے یا نہیں ؟

۱۹۰۱ء سے پہلے

لگ گئی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔۔۔۔)

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴)

(۲) "صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

(۳) "جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سناوے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بناوے جو اس کو نبی سمجھے اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۴)

(۴) چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس سے ہوشیار رہنا چاہیے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں۔" (خط حضرت مسیح موعود اخبار الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳، ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

۱۹۰۱ء کے بعد

ہماری حالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھایا گیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۱)

(۲) "یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ ۱۹۰۷ء)

(۳) "اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں جو پہلے صحیفوں میں گذر چکی ہے" (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶ ۱۹۰۷ء)

(۴) "پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتا تھا وہ کسی گذشتہ نبی کی امت میں نہیں کہلاتا تھا گو اس کے دین کی نصرت کرتا تھا اور اس کو سچا جانتا تھا۔ (چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۱)

(۷) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر ۱۹۰۱ء کے بعد بھی یہ کیوں کہا کہ اس امت میں نبیوں اور رسولوں کے مثیل آئیں گے ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) "قرآن شریف اپنے زبردست ثبوتوں کے ساتھ تمام

(۱) "اور صلوٰۃ اور سلام خاتم رسل پر جس کی نبوت کے

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

دعوے کا مصدق اور ہمارے مخالفین کے اوہام باطلہ کی بیخکنی کر رہا ہے اور وہ گذشتہ نبیوں کے واپس دنیا میں آنے کا دروازہ بند کرتا ہے اور بنی اسرائیل کے مثیلوں کے آنے کا دروازہ کھولتا ہے اس نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اس دعا کا ماحصل کیا ہے یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا مثیل بنا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۹)

(۲) "پس اس آیت سے بھی کھلے کھلے طور پر ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ اس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث ٹھہراتا ہے تا انبیاء کا وجود ظلی طور پر ہمیشہ باقی رہے اور دنیا ان کے وجود سے کبھی خالی نہ ہو۔" (شہادۃ القرآن صفحہ ۵۳)

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

ختم نے چاہا کہ آپ کی امت سے نبیوں کی مانند لوگ پیدا ہوں۔" (الہدیٰ والتبصرہ لمن یریٰ صفحہ ۱ سنہ ۱۹۰۲ء)

(۲) کیونکہ اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنے آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶، ۹۷ سنہ ۱۹۰۷ء)

---

(۸) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی یہ کیوں کہا کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا؟

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔" (حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴)

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۲۶ سنہ ۱۹۰۲ء)

(۲) "عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے۔ وہ یہی ہے۔ خدا ایک اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھکر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۵ سنہ ۱۹۰۲ء)

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

(۲) "اور اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی نبی نہیں آئیگا" (کشف الغطاء صفحہ ۴۶)

(۳) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہوسکتا ہے" (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

(۴) "ایسی ہی آپ نے لانبی بعدی کہکر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کردیا" (ایام الصلح صفحہ ۱۵۲)

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

(۳) "ما مسلمانیم بکتاب الٰہی قرآن شریف ایمان مے آریم که سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی خدا و رسول خدا است و دین او بہتر ادیان است و ایمان مے آریم کہ او خاتم الانبیاء است بعد او پیغمبرے نیست" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶ یا ۶۷ سنہ ۱۹۰۳ء)

(۴) "اور تحقیق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحقیق منقطع ہوگئی" (الاستفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۴ یا ۶۴)

(۵) "اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴)

(۹) اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کرکے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی نبی ہونے کا انکار کیوں کیا؟ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے:-

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور عیسیٰ بن مریم کے حق میں کلمات حقارت اور استخفاف کہتا ہے" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸)

(۲) میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہوجائے" (جنگ مقدس صفحہ ۶۷)

(۳) "اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور یہ کلمۂ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین المفترین" (انوار الاسلام صفحہ ۳۴)

(۴) "جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "یعنی اولیاء کے ساتھ اس امت میں سلسلہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہی تو جاری ہے اور ان کو انبیاء کے رنگ میں رنگین بھی کیا جاتا ہے مگر وہ درحقیقت نبی نہیں کیونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا اور ان کو کچھ نہیں دیا جاتا سوائے فہم قرآن کے اور وہ نہ اس پر بڑھاتے ہیں اور نہ اس سے گھٹاتے ہیں" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶ یا ۶۷ سنہ ۱۹۰۳ء)

(۲) "اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

کا دعویٰ کیا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدّث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔" (سراج منیر صفحہ ۲، ۳)

(۵) افتراء کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے۔" (حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۸۲)

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے، ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ سنہ ۱۹۰۷ء)

(۳) اور یہ کہنا کہ نبوّت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ سنہ ۱۹۰۷ء)

نوٹ: اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی لفظ نبی کی مختلف تاویلیں کیوں کیں؟ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے :-

(۱) اُمتی نبی

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اُس کو اُمتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے بلکہ خبر دی گئی کہ اے اُمتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہوگا۔ اور تمہارا امام ہوگا اور نہ صرف قولی طور پر بلکہ اس کا اُمتی ہونا ظاہر کیا۔ بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلا دیا کہ وہ اُمتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ و قال الرسول کا پیرو ہوگا اور حل مغلقات اور معضلات دین نبوّت سے نہیں بلکہ

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب[1] مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے

---

[1] دونوں اطراف کے حوالے نمبر (۱) کو ملا کر پڑھنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اُمتی نبی تھے باوجود سنہ ۱۹۰۷ء تک بارش کی طرح وحی نازل ہونے کے کوئی خاص فرق نہیں پڑا جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ وہ سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے کو سنہ ۱۸۸۴ء سے لیکر سنہ ۱۹۰۷ء تک لگاتار ۲۳ سال وہ اُمتی نبی ہی رہے اب نبی کے خطاب سے ان کی فضیلت ثابت کر کے انہیں نبی بنانا کوئی عقلمندی نہیں۔ کیونکہ اپنی فضیلت کے متعلق وہ پہلے ہی لکھ چکے تھے وھوا فضل من بعض الانبیاء۔ سراج منیر صفحہ ۴ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء) علاوہ ازیں سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالے نمبر (۱) اور نمبر (۲) سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر شریعت کے نبی کو بھی اُمتی نبی قرار دیا گیا ہے اور یہی نام براہین احمدیہ سنہ ۱۸۸۴ء میں بھی رکھا گیا تھا۔ اب کیا وجہ ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو بغیر شریعت کے ہی نبی ماننا ہے تو پھر بجائے سنہ ۱۹۰۱ء سے ماننے کے کیوں نہ شروع دعوے سے ہی مانا جاتے کیا سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ اُمتی نبی ہی بغیر شریعت کے

۱۹۰۱ء سے پہلے — (۱) امتی نبی — ۱۹۰۱ء کے بعد

اجتہاد سے کرے گا اور نماز دوسروں کے پیچھے
پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف
ظاہر ہے کہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت
سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی
جائے گی۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی
ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے
اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی
اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت
اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان
دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب
نبوت تامہ تو صرف ایک شان ہی رکھتا ہے۔ غرض
محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اسی
لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام
امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲، ۵۳۳)

کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰)

(۲) "یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی
کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ
گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں
میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے، لیکن وہ اس خیال
میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے، بلکہ خدا
تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے
لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے
مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا اس لئے میں صرف
نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو
سے امتی، یہی وجہ ہے حدیث اور میرے الہام میں جیسا
کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۱۲) نبی ہوتا ہے در اصل غیر تشریعی نبی کو ہی "امتی نبی" "بروزی نبی" "ظلی نبی" اور مجازی نبی کہا گیا ہے
کیونکہ امتی وہی ہوتا ہے جو بغیر شریعت کے ہو اور اس کے نبی ہونے کا یہ مفہوم ہے کہ اس سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہوتا ہے
اور ایسی نبوت کو رسول اللہ ؐ کی نبوت کا ظل قرار دیا گیا ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اس کی وحی وحی ولایت
ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ولی کو نبی کا ظل قرار دیا گیا ہے پس نبی مثل اصل کے ہوتا ہے اور ولی مثل ظل کے۔" (کرامات الصادقین
صفحہ ۸۵) اب قادیانیوں کا حضرت مرزا صاحب کو بجائے "امتی نبی" کے نبی ماننا اور منوانا نہ صرف اپنے آپ کو دھوکا
دینا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی۔ کیونکہ صرف "نبی" کہنے سے یہ مغالطہ ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب رسول اللہ
صلعم کی امت میں داخل نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کے بالمقابل ایک مستقل نبی ہیں اس مغالطہ اور دھوکا کو دور کرنے کے لئے آپ
نے صاف کہہ دیا کہ "میں صرف نبی نہیں ہوں بلکہ امتی بھی ہوں" اب اُن کے نام کے "امتی" جزو کو چھوڑ دینا اور صرف

(۱) اُمّتی نبی

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۲) "صاحبِ نبوّت تامہ ہرگز اُمّتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمّتی ہو جانا نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے:۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو- ہاں محدّث جو مرسلین میں سے ہے اُمّتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی اُمّتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے اور محدّث کا وجود انبیاء اور اُمم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر اُمّتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔ اور محدّث کے لیے ضرور ہے کہ وہ کسی نبی کا مثیل ہو اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی نام پاوے جو اس نبی کا نام ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

۱۹۰۱ء کے بعد

"تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے"

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

(۲) بروزی نبی

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "پھر ختم نبوّت کیونکر رہے گا اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک اُمّتی ہوگا اور بروز کے

۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۱۳ "نبی" کہکر پکارنا گویا رسول اللہ صلعم کی نعوذ باللہ ہتک کرنا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے "مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوّت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں اُمّتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر آسکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوّت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں" (الوصیت صفحہ ۱)

بلاشبہ پہلے حضرت مرزا صاحب کو نبی پیش کرنا اور پھر لوگوں کے اعتراض ہونے پر یہ تشریح کر دینا کہ وہ تو آنحضرت ﷺ کے اُمّتی ہیں کوئی عقلمندی نہیں۔ بلکہ دانشمندی یہ ہے کہ پہلے سے ہی انہیں ایسے نام سے پکارو کہ جس سے نہ تو مسلمانوں کو کوئی دھوکا لگ سکے اور نہ کوئی اعتراض ہو سکے مگر افسوس یہ ایک معمولی سی بات بھی قادیانیوں کی سمجھ میں نہیں آتی اسکی وجہ یہ ہے کہ میاں صاحب نے اپنے باپ کو نبی بنا کر تمام اہل اسلام کو جو کہ انہیں نبی نہیں مانتے کافر بنانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ چنانچہ بڑے فخر کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ نہ صرف مدینہ منوّرہ بلکہ خانہ کعبہ بھی کفار کے ہاتھوں میں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خواہ حضرت مرزا صاحب اپنے قول میں جھوٹے ہی ٹھہر جائیں اسکی کچھ پرواہ نہیں ٭٭٭

(۲) بروزی نبی

۱۹۰۱ء سے پہلے

طور پر مسیح بھی کہلائیگا۔" (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

(۲) "قولہ۔ نبی کا مثیل نبی ہوتا ہے۔ اقول۔ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام نبی ہو جاتا ہے یہی معنے اس حدیث کے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری اُمت کے علماء مثیل انبیاء ہیں۔" (ایام الصلح صفحہ ۱۶۴)

۱۹۰۱ء کے بعد

رکھا مگر بروزی صورت میں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲) "اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھکر ہے۔ اب بعد اسکے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں۔ ..... صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۵ سنہ ۱۹۰۲ء)

(۳) مجازی نبی[1]

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "اور مسیح گذشتہ کی نسبت قطعی طور پر کہا ہے کہ وہ نبی تھا۔ لیکن آنے والے مسیح کو اُمتی کر کے پکارا ہے جیسا کہ حدیث امامکم منکم سے ظاہر ہے۔ اور حدیث علماء امتی کانبیاء اسرائیل میں اشارتاً مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے چنانچہ اس کے مطابق آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۹)

۱۹۰۱ء سے بعد

(۱) "اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے۔ جیسا کہ نبیوں سے کیا اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں ہے بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے۔" (حاشیہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴ ۱۹۰۲ء)

---

[1] اب میاں صاحب کا مجازی نبی کو بغیر شریعت کے نبی اور حقیقی نبی کو صاحب شریعت نبی قرار دینا سراسر غلط ہے کیونکہ اسکا کوئی ثبوت نہ تو قرآن کریم اور نہ حدیث شریف اور نہ کسی لغات اور نہ مرزا صاحب کی تصنیفات میں پایا جاتا ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ "ایجاد بندہ" ہے بہرحال اگر اس تشریح کو سچا مان بھی لیا جائے تو پھر میاں صاحب پر ایک اعتراض تو یہ آتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی مجازی نبی کہا تو پھر اس وقت سے آپ نے ان کو بغیر شریعت کے نبی کیوں قرار نہ دیا۔ کیا یہ تاویل صرف سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کے حوالوں کے لئے ہی کرنی تھی تاکہ اپنے باپ کو آسانی سے نبی بنایا جا سکے۔ دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے جو نبی بغیر شریعت کے گذرے ہیں انہیں بھی مجازی نبی کیوں نہیں کہا جاتا۔ اگر وہ بھی مجازی نبی تھے تو کیا ان پر بھی وحی ولایت ہی نازل ہوتی تھی؟ دوستو! جماعت احمدیہ میں سے سوائے میاں صاحب کے اور کسی نے "مجازی نبی" کی کیوں یہ تاویل نہ کی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی اور شخص نے اپنے باپ کو نبی نہیں بنانا تھا حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے محدث کو مجازی نبی قرار دیا ہے کیونکہ اس پر وحی ولایت نازل ہوتی ہے۔

(۳) مجازی نبی

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

(۲) "آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا"۔ (حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۸)

(۳) اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجازاً[1] اور استعارہ کے طور پر ہے"۔ (حاشیہ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۵)

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

(۲) "اور میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ علی وجہ الحقیقت"۔ (الاستفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

(۳) محمدی مسیح کا نام ابن مریم رکھا گیا اور پھر اسی خاتم الخلفاء کا نام باعتبار ظہور بیّن صفات محمدیہ کے محمدؐ اور احمدؐ رکھا گیا اور مستعار طور پر رسول اور نبی کہا گیا۔ اور اسی کو آدم سے لیکر اخیر تک تمام انبیاء کے نام دیئے گئے"۔ (نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۵)

(۴) ظلی نبی

سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء اور امام الاصفیا حضرت مقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۵۳)

(۲) "صدہا ایسے لوگ گذرے ہیں کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی۔ اور عند اللہ ظلی طور پر ان کا نام محمدؐ یا احمدؐ تھا"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۶)

(۳) "میں نے ان کتابوں کی تالیف سے صرف خدا کا نشان پیش کیا تھا۔ کیونکہ یہ ولایت کامل طور پر ظل نبوت ہے۔ خدا نے نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لئے پیشگوئیاں دکھلائیں"۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۱۴)

(۴) "پس نبی مثل اصل کے ہوتا ہے اور ولی مثل ظل کے"۔ (کرامات الصادقین صفحہ ۸۵)

سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "میں خدا کا ظلی اور بروزی طور پر نبی ہوں"۔ (تحفۃ الندوہ صفحہ ۴)

(۲) "چونکہ میں محض ظل ہوں اور امتی ہوں اس لئے آنجناب کی اس سے کچھ کسر شان نہیں"۔ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵، ۲۴)

(۳) "اور بتحقیق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو ان کے نور سے منور کیا جائے اور اس کا ظہور اس کے ظل کا ظہور ہوگا"۔ (الاستفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲ سنہ ۱۹۰۷ء)

(۴) "میں ظلی طور پر نبی ہوں۔ پس میں امتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں"۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۳)

(۵) "خدا نے میرا نام نبی رکھا یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا"۔ (ضمیمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۹ سنہ ۱۹۰۸ء)

---

[1] مجازی کلمات کو حقیقت پر اتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاکہ کھینچنا ہے۔ بلاغت کا تمام مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کے کلام نے بھی جو ابلغ الکلام جس قدر استعاروں کو استعمال کیا ہے۔ اور کسی کے کلام میں یہ طرز لطیفہ نہیں ہے"۔ (توضیح مرام بار دوم صفحہ ۷)

۵- جزوی نبی

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتداء سے ملتی ہے۔"

(۲) "نبوت جزوی کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھلے ہیں اور اس نوع میں کچھ نہیں سوائے مبشرات کے اور منذرات کے جو غیبی اموریں سے ہوں یا قرآنی لطائف کے اور لدنی علوم کے۔" (توضیح مرام صفحہ ۹ - ۱۰)

(۳) "یہ عاجز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔" (توضیح مرام صفحہ ۱۸-۱۹)

۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام نبی رکھا ہے اور نبوت سے اُنکی مراد سوائے کثرت مکالمات الٰہیہ اور کثرت اخبار الٰہیہ اور کثرت وحی کے اور کچھ نہیں۔" (الاستفتا ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۶ ۱۹۰۷ء)

(۲) "اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنے وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے اور اسی کا مظہر ہے۔ اور اسی سے فیض یاب ہے۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴، ۳۲۵)

۶- عکسی نبی

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "اور اس کا نام اسی طور سے مسیح رکھا۔ جیسا کہ پانی یا آئینہ میں ایک شخص کا جو عکس پڑتا ہے۔ اس عکس کو مجازاً کہہ سکتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے ...۔" (ضمیمہ رسالہ جہاد صفحہ ۳)

۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۷۹ ۱۹۰۸ء)

۷- لغوی نبی

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنے کے رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا و کلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔" (مجموعہ اشتہارات حصہ اول صفحہ ۹۷)

۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا۔" (خط بنام اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء)

نوٹ:- یہ حوالہ حضرت مرزا صاحب کی وفات سے صرف تین دن پہلے کا ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پا گئے۔

۸- ناقص نبی

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے" (ازالہ اوہام ص ۳۲-۵۳۳)

(۲) "ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے، ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس نبوت تامہ محمدیہ کی ہتک نہیں"۔ (الوصیت صفحہ ۱۰) ۱۹۰۵ء

نوٹ:- صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ناقصہ تھی۔ اگر نبوت تامہ کاملہ ہوتی تو پھر نبی کہلاتے۔ "کامل" کے بالمقابل تو ہمیشہ "ناقص" کا ہی لفظ آتا ہے۔

۹- فنا فی الرسول ہونے کی وجہ سے نبی

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا۔ جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب خاتم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵)

۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے۔ نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن عیسےٰ کے اترنے سے ضرور فرق آئے گا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص)

۱۰- مستقل نبی ہونے کا انکار

(۱) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے اس کا دروازہ قیامت تک بند ہے" (محمد حسین بٹالوی اور عبداللہ چکڑالوی کے مباحثہ پر حضرت اقدس کا ریویو صفحہ ۶۶۷) (۲) ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آوے کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختم نبوت کے منافی ہے"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۹ ۱۹۰۷ء) (۳) "اور ہمارے رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے" (حقیقۃ الوحی ص ۲۸)

۱۱- اعزازی نبی ہونے کا اقرار

(۱) "کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکا نہ کھاوے[۱]۔ میں بار بار لکھ چکا ہوں۔ کہ یہ وہ نبوت نہیں ہے

---

[۱] کوئی اور شخص دھوکا کھائے یا نہ کھائے مگر آپ کے فرزند ارجمند نے ضرور دھوکا کھایا کہ آپ کی وفات کے چھ سال بعد آپ کو نبی بنا دیا۔

جو ایک مستقل نبوّت کہلاتی ہے۔ کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا۔ مگر میں امتی ہوں پس یہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا تا حضرت عیسیٰؑ سے تکمیل مشابہت ہو۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صفحہ ۱۸۸) (۲) اس لئے محض مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھدیا اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے تا کہ ان میں اور مجھ میں فرق ظاہر ہو جائے۔ ان معنوں سے میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں تا کہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا" (خط بنام اخبار عام)

یہ حوالہ بھی حضرت مرزا صاحب کی وفات سے تین روز پہلے کا ہے ؛

(۱۲) حضرت مرزا صاحب نے لفظ نبی کی نہ صرف تاویلیں ہی کی ہیں بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ اس لفظ کو کاٹا ہوا سمجھ کر اس کی بجائے محدّث خیال کر لیں۔ اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے "سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور اُن کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدّث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں"۔ (مباحثہ مولوی عبدالحکیم کلانوری)

اگر حضرت مرزا صاحب سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر سنہ ۱۹۰۷ء میں اپنے دعویٰ کے متعلق لوگوں سے فتویٰ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ الاستفتاء حقیقت الوحی کو پڑھکر جواب دیجئے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیجئے کہ یہ فتویٰ اہل اسلام سے پوچھا گیا تھا یا اہل کفار سے۔

۱۳۔ اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر اپنے آپ کو رسول اللہؐ کا فرزند اور شاگرد کیوں کہا جبکہ نبی علاتی بھائی ہوتے ہیں۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے :۔

(۱) "سو با برکت ہے وہ جس نے سکھایا اور وہ جو شاگرد ہوا"۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ (ب)) (۲) "اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوتا" (محمد حسین بٹالوی اور عبداللہ چکڑالوی کے مباحثہ پر حضرت اقدس کا ریویو صفحہ ۶)	(۱) الانبیاء اخوة لعلات امھاتھم شتی ودینھم واحد نبی علاتی بھائی ہوتے ہیں ان کی مائیں مختلف ہوتی ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔ (ترمذی)

۱۴۔ اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر کے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر وہ امام اور مطاع کیوں نہ ٹھہرے۔ ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے :۔

باپ	بیٹا
"اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)	"بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (حقیقة النبوة صفحہ ۱۵۵)

دسویں فصل ۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد کے نہ ماننے سے کفر لازم آتا ہے ؟۔

اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں تبدیلی کر کے ۱۹۰۱ء میں نبی بن گئے تھے تو پھر ۱۹۰۱ء کے بعد بھی یہ کیوں کہا کہ میرے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے۔

۱۹۰۱ء سے پہلے

(۱) "خدا سے شرماؤ ۔۔۔ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ"
(ازالہ اوہام ص۵۹۵)

(۲) "ایکہ تکفیر مسلماناں کنی از بخل و کیں
شرمت آید از خدائے عادل و ذی اختیار
سہل باشد از زبان خویش تکفیر کسے
مشکل افتد آں زماں چوں پرسد از وے کردگار
کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی
گر تو داری خوف حق رو بیخ کفر خود برار
گر کنی تکفیر قوم خود چہ کار سے کردہ
دوا گر مردی بجو دے را با سلام اندر آر
چوں نسیم صبح محشر پردہ بردارد ز کار
کیست کافر کیست مومن خود بگردد آشکار
چند بر تکفیر نازی چند استہزا کنی
رو بہ ایمان خود و ما را بکفر ما گذار"
(درثمین ص۲۱۲)

اگر حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے انکار سے کفر لازم آتا تھا تو پھر مندرجہ بالا تحریریں جو کہ انہوں نے اپنے مکفرین کے حق میں لکھیں خود اُن پر صادق آتی ہیں۔

(۳) پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے ۔ کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا۔ انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بنا ہے (سراج منیر صفحہ ۲، ۳)۔

۱۹۰۱ء کے بعد

(۱) "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۲۰) اور اس کے نیچے مزید تشریح کے لئے حاشیہ دیا ہے: "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔" ۱۹۰۹ء

(۲) پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر کی پیدا ہو گئی ہے ان کو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۶۵) ۱۹۰۷ء

(۳) سوال ہوا کہ غیر احمدی آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں لیکن اگر آپ نہ کہیں تو اس میں کیا حرج ہے (الجواب) "فرمایا جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور یہ ہم سے ہو نہیں سکتا۔" (بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء ص۶ کالم ۱)

گیارھویں فصل ۔ وہ آیات جن سے قادیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد غیر تشریعی نبوت جاری ہے

پہلی آیت ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ (۱۔ آیت ۵-۶) اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جن لوگوں پر اللہ نے انعام کیا ان میں نبی بھی شامل ہیں لہذا ان کے رستہ پر چل کر ہم میں سے نبی بھی بنیں گے۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے ۔ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ لوگ اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا (یعنی) نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں (کے ساتھ) اور یہ اچھے ساتھی ہیں (۴۔ آیت ۶۹) اس آیت سے قادیانی حضرات یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے ان میں سے صدیق، شہید اور صالح ہونگے یا نہیں جب سننے والا یہ جواب دیتا ہے کہ ہونگے تو پھر جھٹ یہ کہدیتے ہیں کہ نبی کیوں نہ ہوں بعد ازاں حضرت مرزا صاحب کا نبی ہونا پیش کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ہر جگہ یہی پرانا داؤ چلایا جاتا ہے۔

(۲) اگر اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ نبیوں کے ساتھ ہونے سے لوگ نبی بن جاتے ہیں تو پھر مندرجہ ذیل آیات سے یہ نتیجہ کیوں نہیں نکالا جاتا کہ رسولؐ کے تمام ساتھی نبی بن گئے تھے ۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ محمدؐ اللہ کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلے پر قوی آپس میں رحم کرنے والے (۴۸۔ آیت ۲۹) وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ اور ان میں سے ایک گروہ جو تیرے ساتھ ہیں (۷۳۔ آیت ۲۰) جب قادیانیوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہؐ کی زندگی میں صحابہ رضؓ میں سے جنہوں نے آنحضرتؐ کی صحبت اور فیض حاصل کیا کیوں کوئی نبی نہ بنا تو پھر اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اُن میں سے کسی نے بھی اللہ اور رسول کی اتنی اطاعت نہیں کی جتنی کہ حضرت مرزا صاحب نے کی۔ حالانکہ صحابہ رضؓ نے اتنی اطاعت کی تھی کہ اللہ کی طرف سے انہیں یہ سرٹیفکیٹ دیا گیا تھا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (۹۔ آیت ۱۰۰) "اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہوئے اور اُس نے اُن کے لئے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ وہیں میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے"۔ بلاشبہ صحابہؓ کی شان میں ایسا کہنا سراسر گستاخی ہے کیونکہ انہوں نے اتنی اطاعت کی تھی کہ حضرت مرزا صاحب زندگی بھر نہ کر سکے چنانچہ حج کا نہ کرنا اس کا کھلا ثبوت ہے۔ گویا وہ عمر بھر اسلامی رکن حج بیت اللہ کے تارک ہی رہے حالانکہ ان کے ہمعصر لوگوں نے کثرت سے حج کیا۔

(۳) اگر نبیوں کے ساتھ ہوتے سے" مراد نبی بننا ہی ہے تو پھر عورتیں کیوں نہ نبیہ بنیں کیا وہ اطاعت کرنے والوں میں شامل نہیں؟ قرآن پاک کے ان الفاظ "اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے" پر غور کیجئے ۔ جب اطاعت کرنے والوں میں

عورتیں بھی شامل ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اطاعت کا ثمرہ پانے میں دونوں مساوی نہ ہوں۔ جیسا کہ قرآن کریم کے ان الفاظ "پس وہ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ ہوں گے" سے ثابت ہوتا ہے کیا نبیوں کے گروہ میں داخل ہونے کے لئے مردوں نے ہی ٹھیکہ لے رکھا ہے اور عورتیں اس نعمت سے محروم ہیں؟ بلاشبہ مسلم خواتین بھی ان جماعتوں میں داخل ہونگی۔ کیونکہ اسلام میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ دونوں کے لئے مساوی رکھا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے بھی اسے تسلیم کیا ہے اس حوالہ کو ملاحظہ کیجئے:۔ "اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کی وحی یقینی پہلی امتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے اس امت میں بھی اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے احقر الامم نہ ٹھہر جائے"۔ جب پہلی امتوں میں خدا کی وحی عورتوں کو بھی ہوتی تھی تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس امت میں نہ ہو؟ البتہ ایسی وحی پانے سے نہ تو مرد نبی کہلا سکتا ہے اور نہ عورت نبیہ کیونکہ یہ وحی۔ وحی نبوت نہیں ہوتی بلکہ وحی ولایت ہوتی ہے اسی لئے اُن کو ولی اور ولیہ کہا جاتا ہے۔

(۴) علاوہ ازیں اگر "نبیوں کے ساتھ" ہونے کے یہی معنی ہیں کہ لوگ نبی بن کر ہی ان کی رفاقت میں رہیں گے تو پھر کیوں نہ آج تک کوئی تاجر صادق امین نبی نہ بنا اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء (ترمذی) اور کیوں رسول اللہ نے اس شخص کو جس نے یہ کہا تھا کہ "آپ تو بعد وفات اعلیٰ مقام پر ہونگے جہاں ہم نہیں پہنچ سکیں گے" یہ جواب دیا کہ تم نبی بن کر ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے:۔ "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو غمگین دیکھا تو دریافت فرمایا۔ اُس نے عرض کیا کہ اب تو ہم صبح شام آپؐ کے ساتھ ہوتے ہیں آپؐ کے چہرہ کو دیکھتے ہیں، آپؐ کے ساتھ بیٹھتے ہیں لیکن بعد وفات آپ اعلیٰ مقام پر ہوں گے جہاں ہم نہیں پہنچ سکیں گے تو یہ (مذکورہ بالا) آیت نازل ہوئی اس کے جواب میں رسول اللہ نے فرمایا:۔ المرء مع من احب آدمی اُن کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے (ترمذی)

(۵) بلاشبہ "اھدنا الصراط المستقیم" کی دعا سے یہ سکھلایا گیا ہے کہ ہم نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالح لوگوں کے نقش قدم پر چل کر اعمال حسنہ کی رُو سے اُن کے ساتھی بن سکیں۔ جیسا کہ اولئک حسن رفیقا "اور یہ اچھے ساتھی ہیں" سے ثابت ہوتا ہے اب ایسے گروہ دنیا میں تو موجود نہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو داخل کرے۔ حقیقتاً اس آیت کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے کیونکہ معیت اور رفاقت اعمالِ حسنہ کے درجات پر مبنی ہے جیسے اعمال ہوں گے اسی کے مطابق ساتھی ملیں گے دوستو! کوئی شخص تحقیق نہیں کہہ سکتا کہ کس گروہ کے لائق ہے۔ مگر وہ عالم الغیب خوب جانتا ہے کہ کون کس گروہ کی رفاقت اور صحبت کے مناسب ہے کیونکہ وہی قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دے کر جس جماعت کے وہ سزاوار ہوگا اس میں داخل کر دے گا۔ بہرحال اس دعا سے نیکی کا راستہ اختیار کر کے نیک اعمال کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(۶) لطف کی بات تو یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں ان آیات کے ماتحت کبھی نہیں کہا کہ رسول اللہؐ کی امت میں نبی آیا کریں گے البتہ یہ ضرور کہا کہ اے اللہ ہمیں صدیق، شہید، صالح اور نبیوں جیسا بنا اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے :" اس دعا کا حاصل یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا مثیل بنا" (ازالہ اوہام ۵۳۹) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی بنیاد اُن کی وفات کے بعد مذکورہ بالا آیت کے غلط مفہوم پر رکھی گئی ہے گویا اس آیت سے بجائے ساتھی بننے کے نبی بننے کے معنی لئے گئے ہیں۔ حالانکہ نبوت کوئی کسبی چیز نہیں ہے کہ اعمال حسنہ سے حاصل کی جائے بلکہ یہ ایک وھبی چیز ہے جو کہ اللہ کے فضل و کرم سے ملتی ہے۔ کیونکہ وہی بہتر جانتا ہے کہ کون نبی بننے کے قابل ہے اس آیت کو ملاحظہ کیجئے :۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ ط اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے (۶/۱۲)

دوسری آیت ۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ اور اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اُتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ (۲۔ آیت ۴) قادیانی صاحبان مذکورہ بالا آیت کے ان الفاظ "اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں" سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے بعد وحی نبوت کا سلسلہ جاری ہے چنانچہ وہ "آخرت" سے وہ آخری وحی مراد لیتے ہیں جو کہ حضرت مرزا صاحب پر نازل ہوئی جسے وحی نبوت قرار دے کر انہیں نبی ٹھہراتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ آنحضرتؐ کی وحی کو آخری وحی تسلیم کرنے کی بجائے حضرت مرزا صاحب کی وحی کو نہ صرف آخری وحی قرار دیتے ہیں بلکہ اسے جزو ایمان سمجھتے ہیں گویا ان کی وحی کو جناب رسالتمآب حضرت محمد مصطفیٰؐ کی وحی کے بالمقابل لاتے ہیں۔ اور کوئی فرق نہیں کرتے حالانکہ حضرت مرزا صاحب خود اس کے خلاف لکھتے ہیں۔ اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے :" سو خدا کی لعنت ان پر جو دعویٰ کریں کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن شریف معجزہ ہے جس کی مثل کوئی انس اور جن نہیں لا سکتا...... بلکہ وہ ایسی وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی بھی نہیں اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور کوئی وحی بھی ہو۔ اسلئے کہ وحی رسانی میں خدا کی تجلیات ہیں۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ خدائے تعالیٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ کبھی پیچھے ہوگی اور جو شان قرآن کی وحی کی ہے وہ اولیاء کی وحی کی شان نہیں۔ اگرچہ قرآن کے کلمات کی مانند کوئی کلمہ انہیں وحی کیا جائے (الہدیٰ صفحہ ۲۴ سنہ ۱۹۰۲ء) اب جو قادیانی حضرت مرزا صاحب کی وحی کو مثل قرآن کہہ کر انہیں نبی بناتے ہیں وہ درحقیقت انہیں لعنتی ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی وحی کو اولیاء کی وحی قرار دیتے ہیں۔ اور نبوت کے سلسلہ کو قطع کرتے ہیں جیسا کہ ان کا ارشاد ہے" اور نبوت ہمارے نبیؐ کے بعد بتحقیق منقطع ہو گئی اور قرآن شریف کے پیچھے جو سب صحیفوں سے بہتر کتاب ہے اور کوئی کتاب نہیں"۔ (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴) بلاشبہ مذکورہ بالا آیت ختم نبوت کے متعلق ہے جس پر مفصل بحث

حصہ سوم میں کی جائے گی۔

تیسری آیت۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ؀ اے بنی آدم اگر کبھی تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئیں میری آیات تم پر پڑھتے ہوں تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ پچھتائیں گے (۷ آیت ۳۵)

(۱) اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بغیر شریعت کے نبی آتے رہیں گے قطعاً غلط ہے اور ایسا نتیجہ وہی شخص نکال سکتا ہے جسے قرآن پاک سے کوئی مس نہ ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ابتدائے بنی آدم کا ہے جب حضرت آدمؑ باغ سے نکالے گئے تھے۔ جیسا کہ سیاق و سباق سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں حضرت آدمؑ کے ذکر کے ساتھ ہی یہ آیت بیان کی گئی ہے۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ؀ "ہم نے کہا سب اس (حالت) سے نکل جاؤ پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی سو نہ اُن کو ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے (۲۔ آیت ۳۸)

(۲) اب یہ کہنا کہ ان آیات میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرکے یہ کہا گیا ہے کہ آیندہ بنی آدم کے لئے بغیر شریعت کے نبی آتے رہیں گے سراسر کم فہمی ہے کیونکہ ہر دو مقامات میں حضرت آدمؑ کے واقعہ کو دہرا کر بنی آدم کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ نہ صرف آنحضرت ﷺ کو بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی ابتدائی زمانہ کے حالات سے آگاہ کر دیا جائے۔ اگر بفرض محال اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے بنی آدم کو یہ کہا گیا ہے کہ آیندہ بغیر شریعت کے نبی آئیں گے تو پھر ان آیات میں اللہ کی آیات پڑھنے اور ہدایت آنے کا ذکر کیوں کیا گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایسا رسول وہ آیات پڑھے گا جو کہ اس سے پہلے رسول صاحب شریعت پر نازل ہو چکی ہونگی۔ تو پھر معلوم ہوا کہ کفر تو اسی رسول کے نہ ماننے سے ہوگا نہ کہ ایسے رسول کے جو کہ بغیر شریعت کے ہو۔ حقیقتاً ایسے نبی کے بھیجنے سے کیا فائدہ جو کہ اپنی نبوت کا کوئی ثبوت ہی نہ دے سکے بلکہ ان آیات کو پڑھے جو کہ دوسرے رسول پر نازل ہو چکی ہوں اور خود بھی اسی کی ہدایات کا پیرو

(۳) ناظرین غور فرمائیں کہ مذکورہ بالا آیات میں سے ایک میں تو آیات کے پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور دوسری میں ہدایت آنے کا۔ اب ان دونوں آیات کو ملا کر پڑھ لیجئے کہ ان سے صاحب شریعت نبی کا آنا ثابت ہوتا ہے یا بغیر شریعت کے۔ اگر ان آیات سے غیر تشریعی نبی کا آنا ثابت ہوتا ہے تو پھر صاحب شریعت نبی کن آیات کے ماتحت آیا کرتے تھے؟ علاوہ ازیں (بنی آدم) کے الفاظ تو عام ہیں اب ان سے یہ تخصیص کر لینا کہ صرف مسلمانوں میں بغیر شریعت کے نبی آئیں گے کہاں کی عقلمندی ہے کیا دوسری قومیں اللہ کی مخلوقات میں شامل نہیں ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ ابتدائے دنیا میں

ہی بنی آدم سے یہ کہا گیا تھا کہ جب کبھی ہمارے رسول کوئی ہدایت لیکر آئیں اور ہماری آیات پڑھیں تو جو کوئی اس پر ایمان لاکر نیک عمل کرے گا تو اُسے کوئی غم نہ ہوگا اور یہ پیشگوئی لگاتار حضرت محمدؐ رسول اللہ تک پوری ہوتی رہی چنانچہ دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں گذری جس میں کوئی نبی نہ بھیجا گیا ہو۔ جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہر قوم میں ایک ہادی ہو گذرا (۱۳ آیت ۷) وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گذر چکا (۳۵۔ آیت ۲۴) آخر وہ وقت آگیا کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کو مکمل شریعت دے کر تمام دنیا کے لئے مبعوث کیا گیا تاکہ قومی نبیوں کا سلسلہ ختم کرکے آپؐ کو خاتم النبیین بنایا جائے۔

(۵) بلاشبہ ختم نبوت کا انکار کرنا اور آنحضرتؐ کے بعد اجرائے نبوت کا تسلیم کرنا قادیانیوں سے پہلے حضرت بہاء اللہ صاحب کے مریدوں نے ایران سے شروع کیا تھا جس کی تہ میں یہ غرض تھی کہ اُن کا نبی ہونا ثابت کیا جائے چنانچہ اس کے ثبوت میں وہ قرآن پاک کی آیات پیش کرتے تھے تاکہ اہل اسلام آسانی سے ان کا نبی ہونا تسلیم کرلیں۔ اُن کی نقل کرکے میاں صاحب قادیانی نے بھی اپنے باپ کو نبی بنانے کے لئے وہی آیات پیش کردیں مگر افسوس نقل بھی پوری نہ ہوئی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے "نقلے راہم عقلے باید" میاں صاحب نے نقل کرتے وقت اتنا بھی نہ سوچا کہ بھلا تو قرآن کریم سے صاحب شریعت نبی کے آنے کا استدلال کرتے ہیں لہٰذا وہی آیات بغیر شریعت کے نبی آنے پر کیونکر عاید ہوسکتی ہیں۔ حقیقتاً وہ دونوں گروہ جھوٹے ہیں کیونکہ نہ تو حضرت بہاء اللہ نے اور نہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی اپنی زندگی میں اپنے نبی ہونے کے ثبوت میں ان آیات کو پیش کیا۔ البتہ ان کے مریدوں نے انکی وفات کے بعد پیش کیا۔

(۶) اگر مذکورہ بالا آیت سے غیر تشریعی نبی کا آنا ثابت ہوتا ہے تو حضرت مرزا صاحب نے خود اپنی زندگی میں اپنے دعوے کے ثبوت میں ان آیات کو پیش کیوں نہ کیا کیا انہیں فہم قرآن نہیں تھا اس تحریر کو پڑھ کر جواب دیجئے۔ "اور ان کو نہیں دیا جاتا مگر فہم قرآن اور وہ نہ قرآن پر زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶ و ۶۷)۔

اب یہ تحریر ۱۹۰۳ء کی ہے۔ اور مجدد ہونے کا دعویٰ ۱۸۸۵ء سے ہے۔ گویا ۱۸ سال تک کثرت سے مکالمہ اور مخاطبہ پانے کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت مرزا صاحب کو اتنا بھی فہم قرآن نصیب نہ ہوا کہ کم از کم اپنے مکفرین کے سامنے اپنے نبی ہونے کے ثبوت میں ان آیات کو ہی پیش کردیتے جو کہ آجکل اُن کے صاحبزادے صاحب ان کی نبوت کے ثبوت میں پیش کررہے ہیں۔ اب ارباب قادیان خود ہی فیصلہ کرلیں۔ کہ فہم قرآن باپ کو زیادہ تھا یا اب بیٹے کو ہے۔ کیونکہ بیٹے نے تو بغیر کسی قسم کا مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے کے ہی اپنے باپ کو نبی ثابت کرنے کے لئے ایسی آیات پیش کردیں جو باپ باوجود کثرت سے مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ پانے کے بھی اپنی تمام زندگی میں اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش نہ کرسکا

جس سے ایک نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ نبی بننے کا حق تو بیٹے کا تھا نعوذ باللہ غلطی سے باپ کو نبی بنا دیا گیا اور دوسرا یہ کہ فہم قرآن حاصل کرنے کے لئے کسی مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کی ضرورت نہیں۔

چوتھی آیت۔ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ۝ درجوں کا بلند کرنے والا صاحب عرش ہے وہ روح کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے (۴۰-آیت ۱۵)

(۱) اس آیت سے قادیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ غیر تشریعی نبی آتے رہیں گے جو کہ قطعاً غلط ہے کیونکہ آنحضرتؐ کے بعد عرصہ ۱۴۰۰ سال میں کوئی غیر تشریعی نبی نہیں آیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کو مثلِ ہارون قرار دیا گیا تھا۔ اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے:۔ "سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے علیؓ کو فرمایا تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے جیسے ہارون موسےٰ سے فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" (بخاری) اگر رسول اللہؐ کے بعد بغیر شریعت کے نبی آنے تھے تو پھر حضرت علیؓ کو ایسا نبی کیوں نہیں مانا جاتا؟۔ البتہ مجدد ضرور آتے رہے ہیں جیسا کہ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے:۔ اِنَّ اللّٰہَ یبعث فی ھٰذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا "کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا" (ابوداؤد) یہی وجہ ہے کہ اس جگہ القائے روح سے مراد وحی اولیا ہے جو کہ نہ صرف عورتوں کو بلکہ مردوں کو بھی ہوتی رہی جو کہ نبی نہ تھے۔ اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے:۔ "ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل میں جو تم سے پہلے تھے ایسے لوگ تھے جن سے مکالمہ ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں سو اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہو تو وہ عمرؓ ہے" (بخاری) اسی کی تائید حضرت مرزا صاحب نے بھی کی ہے اس تحریر کو پڑھیئے:۔ "قرآن شریف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ یعنی خدا جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے اور فرماتا ہے لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا یعنی مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں گو شریعت ختم ہو گئی ہے کیونکہ عمر دنیا ختم ہونے کو ہے پس خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے"۔ (چشمہ معرفت حاشیہ صفحہ ۱۸۰، ۱۹۰۸ء)

پانچویں آیت۔ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ۝ اللہ فرشتوں میں سے رسول چنتا ہے اور انسانوں میں سے اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے (۲۲-آیت ۷۵) اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بغیر شریعت کے نبی آتے رہیں گے جو کہ قطعاً غلط ہے کیونکہ

حضرت محمد مصطفیٰؐ کا صاف ارشاد ہے "لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ علاوہ ازیں یصطفی مضارع کا صیغہ ہے جو کہ ماضی استمراری کے طور پر بھی آتا ہے۔ پس آیت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اللہ فرشتوں اور انسانوں سے رسول چنتا رہا ہے بعینہ یہی مضارع کا صیغہ "یحکم" اس آیت میں بھی ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا ہمیں نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور روشنی ہے اسی کے مطابق نبی جو فرمانبردار تھے یہودیوں کے لئے فیصلہ کرتے رہے ہیں (۵-آیت ۴۴) اب اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ توریت پر آئندہ نبی فیصلہ کیا کریں گے۔ بلاشبہ قرآن پاک کا وہ ترجمہ جو اس کی دوسری آیات کے خلاف قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ آیت خاتم النبیین بھی رسول اللہؐ کے آخری نبی ہونے پر دلالت کرتی ہے

چھٹی آیت۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور ہماری شان نہ تھی کہ عذاب دیتے یہاں تک کہ ایک رسول کو اٹھا کھڑا کرتے (۱۷-آیت ۱۵)

(۱) اس آیت سے قادیانی یہ استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب کے وقتوں میں دنیا میں عذاب آئے لہٰذا وہ نبی تھے اب یہ استدلال بھی بہت بودا ہے کیونکہ اب بھی زمانہ میں عذاب آرہے ہیں بلکہ اس وقت سے زیادہ شدید ہیں لہٰذا اب بھی کوئی نبی ہونا چاہیئے اگر یہ کہا جائے کہ یہ عذاب کسی گزشتہ رسول کی وجہ سے ہیں تو پھر آنحضرتؐ وہ رسول کیوں نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی رسالت کا زمانہ تو قیامت تک رہے گا۔ اللہ تعالےٰ نے کوئی حد بندی تو نہیں کی۔ کہ تیرہ سو سال تک تو عذاب رسول اللہؐ کے انکار کی وجہ سے آئے گا اور اس کے بعد کسی اور رسول کے انکار کی وجہ سے۔ اگر حضرت مرزا صاحب رسول ہیں تو پھر یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی وجہ سے کتنی مدت تک عذاب آئیں گے تاکہ اس کے بعد کسی اور نبی کی تلاش کی جائے۔

(۲) دراصل مذکورہ بالا آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب تک رسول بھیجکر نیکی اور بدی کا رستہ نہ بتلا دیا جائے گا اس وقت تک عذاب نہ دیا جائے گا۔ بہر حال جو حضرت مسیح موعودؑ نے اس آیت کے متعلق لکھا ہے وہ بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے

"نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرنے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو امتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست"۔ یہ حاشیہ لفظ نبی کے متعلق ہے جو کہ اس تحریر "اے غافلو تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو" میں پایا جاتا ہے (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۸ و ۹ سنہ ۱۹۰۶ء)

ساتویں آیت۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ۗ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ وہی ہے جس نے امیوں کے اندر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور ان میں سے اوروں کو بھی جو ابھی اُن کو نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ (۶۲-آیت ۲ و ۳) اس آیت سے قادیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ایک رسول یعنی حضرت محمد مصطفےٰ ؐ تو "امیون" میں سے ہوئے۔ اور دوسرا رسول "آخرین منہم" سے ہوا اور وہ حضرت مرزا غلام احمد ہیں۔ اُن کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا گویا انہیں آخری نبی قرار دیتے ہیں جس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آپ کو بھی وہی کام کرنا چاہیئے تھا جو کہ پہلے رسول کا کام ہے یعنی وہ خدا کی آیات ان پر پڑھے جو اس پر نازل ہوں نہ کہ وہ آیات جو حضرت محمد مصطفےٰ ؐ پر نازل ہو چکی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہاں مراد بعثت بروزی ہے تو پھر بروزی نبی سے ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی جیسا کہ حضرت مرزا صاحب کا ارشاد ہے "غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں پڑتا اور نہ مہر ٹوٹتی ہے لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخکنی ہو جاتی ہے" (ایک غلطی کا ازالہ)

آٹھویں آیت۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (۳۳-آیت ۴۰) قادیانی حضرات مذکورہ بالا آیت کے ان الفاظ "خاتم النبیین" سے یہ مراد لیتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ کی مہر سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ جس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر حضرت محمد مصطفےٰ ؐ کی مہر سے آئندہ نبی تیار ہونے تھے تو پھر آنحضرت ؐ نے یہ کیوں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے:۔ عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو فرمایا تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے جیسے ہارون موسیٰؑ سے فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر اس حدیث کی رُو سے یہ کہا جائے کہ بغیر شریعت کے نبی آتے رہیں گے۔ تو پھر حضرت علی رضی کرم اللہ وجہ کو بغیر شریعت کے نبی کیوں نہیں مانا جاتا۔ کیا تیرہ سو سال بعد صرف حضرت مرزا صاحب نے ہی بے شرع نبی ہونا تھا۔ حالانکہ وہ خود اسی آیت کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ کی اُمت میں نبیوں جیسے لوگ پیدا ہوتے

رہیں گے ذیل کا حوالہ ملاحظہ کیجئے:۔

"کیونکہ اللہ جلّ شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی یہی معنے اس حدیث کے ہیں۔ کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶-۹۷)

کیا نبیوں کی طرح ہونے سے یہی مراد ہے کہ وہ بغیر شریعت کے نبی ہونگے؟۔

نویں آیت:۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع دے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ (۳-آیت ۱۷۸) اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب پر غیب کا اظہار ہوتا تھا لہذا وہ نبی ہیں اب یہ استدلال قطعاً غلط ہے کیونکہ اظہار علی الغیب غیر نبی پر بھی ہوتا ہے ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے:۔

(الف) "اور امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں" (ضرورت الامام صفحہ ۱۲)

(ب) "قرآن شریف میں ہے فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول یعنی کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے۔ دوسرے کو یہ مرتبہ نہیں عطا ہوتا رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث اور مجدد ہوں" (ایام الصلح صفحہ ۱۷۱)

(ج) "خدا تعالیٰ اپنے کلام عزیز میں فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن پر غیب کامل کے امور ظاہر نہیں کئے جاتے بلکہ محض ان بندوں پر جو اصطفاء اور اجتباء کا مرتبہ رکھتے ہیں ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے:۔ لا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول یعنی اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں ہونے دیتا مگر اُن لوگوں کو جو اسکے رسول اور اسکی درگاہ کے پسندیدہ ہوں" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۷)

دسویں آیت:- وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ط اور جب رسولوں کا وقت مقرر آجائے (۷۷- آیت ۱۱)

"اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ سب رسولوں کو جمع کر دیا جائے گا اور وہ مسیح موعود کے وجود میں ظاہر ہوں گے" (حقیقۃ النبوۃ) حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے خود اس جگہ رسل سے مراد مجازاً خلفائے امت محمدیہ لئے ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ) غرضیکہ ایسے بودے دلائل سے ختم نبوت کے محکم اصولوں کو نہ صرف گرانے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ختم نبوت تو فرعون کا عقیدہ تھا (استغفر اللہ) اور اس کے ثبوت میں اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے:- وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ط حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ط اور یقیناً تمہارے پاس یوسف پہلے دلائل کے ساتھ آیا مگر تم اس کے بارے میں شک میں ہی رہے جو وہ تمہارے پاس لایا۔ یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوگیا تو تم نے کہا اللہ اس کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ (۴۰- آیت ۳۴) حالانکہ فرعون خدا کا ہی منکر تھا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے:- يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ج سردارو میں تمہارے لئے اپنے سوائے کوئی معبود نہیں جانتا۔ (۲۸- آیت ۳۸)

اب ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کہ وہ نہ صرف نبوت کا بلکہ وہ ختم نبوت کا بھی قائل تھا گویا فہم قرآن کو ہی جواب دینا ہے۔ قادیانیو! حضرت مرزا صاحب بھی تو تمام عمر ختم نبوت کے ہی قائل رہے تو کیا وہ بھی فرعون کا ہی عقیدہ رکھتے تھے۔ خوب غور کر کے ذیل کے حوالے پڑھ کر جواب دیجئے۔

(۱) "اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے جب کہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی اور اللہ تعالٰے نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا"۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹)

(۲) "اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحقیق منقطع ہوگئی" (الاستفتا ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۴)

بارھویں فصل۔ وہ حدیث جس سے قادیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد نبوت جاری رہیگی۔

(۱) لو عاش ابراھیم لکان نبیا۔ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا (ابن ماجہ) یہ الفاظ رسول اللہ نے اس وقت فرمائے تھے جبکہ آپ کا صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اب

قادیانی اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد نبی کی ضرورت تھی حالانکہ ان کا فوت ہو جانا ہی ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد نبی کی حاجت نہ تھی۔ بفرض محال اگر نبی کی ضرورت تھی تو پھر حضرت عمرؓ کیوں نبی نہ ہوئے جبکہ وہ رسول اللہؐ کے بعد زندہ بھی رہے ہے اس حدیث کو پڑھ کر جواب دیجیئے:۔ عن عقبۃ بن عامر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر۔ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ (ترمذی)

(۳) قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ خاتم الانبیاء کہو مگر یہ مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے قول سے ارباب قادیان یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے بعد نبی آتے رہیں گے۔ اب اس نتیجے پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آیا نبی خود اپنے عہدہ کو بخوبی سمجھتا ہے یا اس کی زوجہ محترمہ۔ دوستو جب رسول اللہؐ کا یہ ارشاد ہے" وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی اور میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں" (بخاری و مسلم) تو پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا مذکورہ بالا قول خود ہی اس کے مخالف پڑ جاتا ہے لہذا وہ قول قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی بنیاد ایک ایسے قول پر رکھی جاتی ہے جس کی کوئی سند نہیں، گویا رسول اللہؐ کے قول "لا نبی بعدی" کو ایک بے سند قول کے مقابلے پر پس پشت ڈالا جاتا ہے۔ جس کی تہ میں صرف اتنی خودغرضی ہے کہ کسی نہ کسی تاویل سے حضرت مرزا صاحب کو نبی بنایا جائے۔

خدا جانے حضرت مرزا صاحب کو نبی بنانے پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے حالانکہ وہ خود عمر بھر نبوت کے دعوے سے انکار کرتے رہے اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے رہے۔ بلاشبہ اب قادیانی صاحبان ان کی طرف دعوے نبوت منسوب کر کے وہی کام سرانجام دے رہے ہیں جو کہ مکفرین نے ان کی زندگی میں کیا۔ اللہ تعالے قادیانیوں کو سیدھے رستے کی ہدایت دے۔ اور دین میں غلو کرنے سے بچائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

والے ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۳۳۔ آیت ۴۰)

لا نبی بعدی "میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ (بخاری)

اتمامِ حجّت۔ بر۔ ختمِ نبوّت

(حصّہ سوم)

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جناب رسالتمآب حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کا روحانی فیض جو کہ آپ کی اطاعت اور تابعداری پر منحصر ہے قیامت تک جاری رہے گا۔ اور آپ کے فیض یافتہ لوگ گذشتہ قومی نبیوں کے برابر ہوں گے کیونکہ عالمگیر یعنی یونیورسل رسول ہونے کی وجہ سے آپ پر قومی نبیوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ گویا مذکورہ بالا آیت کے الفاظ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ" سے تو آپ کے روحانی فیض کا جاری رہنا اور "خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" کے الفاظ سے آپ پر نبیوں کا ختم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پہلی فصل

وہ آیات جن سے آنحضرتؐ کا فیض جاری رہنا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

"تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا"۔ (۱۔ آیت ۵ و ۶)

اس دعا میں نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی گئی ہے تا کہ ہم بھی منزل مقصود پر پہنچ کر ان کا ساتھی بننے کے قابل ہو سکیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ" اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا (یعنی) نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ) اور یہ اچھے ساتھی ہیں"۔ (۴۔ آیت ۶۹)

(۲) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝" کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہیں تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"۔ (۳۔ آیت ۳۱)

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت ؐ کی پیروی کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اور وہ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ دوستو ذرا غور کیجیے کہ جب ایک شخص اللہ کا محبوب بن جائے تو پھر وہ کون سی ایسی نعمت ہے جو اسے نہیں دے گا۔ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت مرزا صاحب کا یہ ارشاد ہے "پس خدا جس سے محبت کرے گا کون سی نعمت ہے جو اس سے اٹھا رکھے گا۔ اور اتباع سے مراد بھی مرتبہ فنا ہے جو مثیل کے درجہ تک پہنچاتا ہے اور یہ مسئلہ سب کا مانا ہوا ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا۔ مگر وہی جو جاہل سفیہ یا ملحد بے دین ہوگا"۔ (ایام الصلح صفحہ ۱۶۳ و ۱۶۴)

(۳) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝" جو ایمان لائے اور تقویٰ کرتے تھے اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے"۔ (۱۰۔ آیت ۶۳ و ۶۴)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں۔ گو شریعت ختم ہو گئی ہے کیونکہ عمر دنیا ختم ہونے کو ہے پس خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے۔ جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

"لم یبق من النبوۃ الا المبشرات" نبوت میں سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا۔ (بخاری)

(۴) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ "اللہ نے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ اُنہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو اُن سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے اُن کے دین کو جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کرے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن (کی حالت) کر دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی نافرمان ہیں۔" (۲۴-آیت ۵۵)

اس کی تفسیر میں آنحضرتؐ کا ارشاد ہے "کہ بنی اسرائیل کی راہنمائی انبیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی گذر جاتا اس کے پیچھے دوسرا نبی آجاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور خلیفے ہوں گے" (بخاری کتاب الانبیاء)

(۵) مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ہ "محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

مذکورہ بالا آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ حضرت محمد رسول اللہؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں جس سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا تھا کہ وہ روحانی طور پر بھی کسی کے باپ نہیں لہٰذا اس خیال کی تردید کے لئے اسی آیت کے اگلے الفاظ "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ" میں یہ بتلا دیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں یعنی روحانی طور پر تمہارے باپ ہیں اور خاتم النّبیّین کے الفاظ میں یہ جتلا دیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جو لوگوں کا روحانی باپ بن سکے لہٰذا آپ کا ہی فیض قیامت تک جاری رہے گا

جس کی بدولت آنحضرتؐ کی اُمت میں نبیوں جیسے لوگ پیدا ہوئے رہیں گے ۔ جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے ۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ۔

(۶) اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْھَادُ ۝ "یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور اُن کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے"۔ (۴۰ ۔ آیت ۵۱)

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف رسولوں کی بلکہ مومنوں کی بھی مدد کرتا ہے جب حضرت مرزا صاحب کو نبی کا درجہ دیا گیا جیسا کہ ان کا ارشاد ہے "اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں جو پہلے صحیفوں میں گذر چکی ہے بلکہ یہ ایک درجہ ہے"۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ دوسرے مومنوں کو نبی ۔ صدیق ۔ شہدا اور دیگر صالحین کے درجے نہ دیئے جائیں ۔

(۷) وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْھَا وَاَنَابُوْٓا اِلَی اللّٰہِ لَھُمُ الْبُشْرٰی ج فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ "اور وہ جو طاغوت کی عبادت سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف جھکتے ہیں ان کے لئے خوش خبری ہے سو میرے بندوں کو خوشخبری دو"۔ (۳۹ ۔ آیت ۱۷) اس آیت سے بھی مومنوں کو بشارتوں کا دیا جانا صاف ظاہر ہے ۔

(۸) اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ "وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر سیدھے راہ پر جمے رہتے ہیں اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا"۔ (۴۱ ۔ آیت ۳۰)

اس آیت سے مومنوں پر فرشتوں کا نازل ہونا بھی ثابت ہوتا ہے ۔ جب پچھلی اُمتوں کے ایسے لوگوں پر بھی جو نبی نہ تھے فرشتے نازل ہوئے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس اُمت کے لوگوں پر فرشتے نازل نہ ہوں ۔

دوسری فصل

وہ احادیث جن سے آنحضرتؐ کا فیض جاری رہنا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ۔

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے کہ نبوت میں سے صرف مبشرات رہ گئے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا اور مبشرات کیا ہیں فرمایا اچھی خواب" (بخاری)

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّہٗ عُمَرُ زَادَ زَکَرِیَّاءُ ابْنُ اَبِیْ زَائِدَۃَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رِجَالٌ یُکَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَکُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ فَاِنْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِیْ مِنْھُمْ اَحَدٌ فَعُمَرُ "ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری اُمت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی تھے جن سے مکالمہ (الہیہ) ہُوا کرتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں تو اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہے تو عمر ہے"۔ (بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی)

(۳) اِنَّ اللّٰہَ یبعث فی ھٰذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا "کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا"۔ (ابوداؤد)

تیسری فصل

وہ آیات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں۔

(۱) وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ج وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ "اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اُتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں"۔ (۲۔ آیت ۴)

(ا) وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط "اور مومن اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور نماز کے قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور آخر کے دن پر ایمان لانے والے" (۴۔ آیت ۱۶۲)

(۱) مذکورہ بالا آیات میں حضرت محمد رسول اللہؐ کی اور آپ سے پہلے کے نبیوں کی وحی پر ایمان لانا اور آخرت یعنی آخری دن پر یقین لانا ایمان کا جزو قرار دیا گیا اگر آنحضرتؐ کے بعد کوئی ایسی وحی بھی آتی تھی جسے ایمان کا جزو قرار دیا جانا تھا تو اس کا ذکر بھی اسی جگہ ہونا چاہیے تھا۔ حقیقتاً ایسی وحی کا اس جگہ کوئی ذکر نہ ہونا صاف بتاتا ہے کہ رسول اللہؐ آخری نبی ہیں۔ اگر آپ کے بعد بھی رسول آنے والے ہوتے تو من قبلك کی حد بندی عائد نہ کی جاتی۔ اور نہ یہ کہا جاتا "فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ۝ سو اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے" (۷۷۔۵۰)

اب قادیانیوں کا حضرت مرزا صاحب کو اس آیت "لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفرقہ نہیں کرتے" (۲۔ آیت ۲۸۵) کے ماتحت نبیوں کی جماعت میں شامل کرنا سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ وہ خود لکھتے ہیں "اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں۔ جو پہلے صحیفوں میں گذر چکی ہے بلکہ یہ ایک درجہ ہے۔" (الاستفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۶ سال ۱۹۰۷ء)

(۲) بلاشبہ آنحضرتؐ سے پہلے ہر ایک قوم میں نبی گذر چکے ہیں جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

(الف) وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ ہر قوم میں ہادی ہو گذرا ہے (۱۳۔ آیت ۸)

(ب) وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ۝ "اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں نبی ڈرانے والا گذر چکا ہے" (۳۵۔۲۴)

آخر وہ وقت آگیا کہ قومی نبیوں کا سلسلہ ختم کر کے ایک شخص کو عالمگیر یعنی یونیورسل رسول بنایا جائے تاکہ دنیا بھر کے لوگ اس پر ایمان لے آئیں اور اُن میں اخوت اور وحدت پیدا ہو جائے اس لیئے حضرت محمد رسول اللہؐ کو کل دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ ذیل کی آیات ملاحظہ کیجیے۔

(الف) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ "اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے" (۲۱۔ آیت ۱۰۷)

(ب) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ "اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" (۳۴۔ آیت ۲۸)

(ج) تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا "(وہ ذات) بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن اُتارا تاکہ وہ تمام جہان کے لئے ڈرانے والا ہو" (۲۵۔ آیت ۱) چونکہ آنحضرتؐ کی بعثت سے قومی نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اس لئے آپ کو خاتم النبیین کہا گیا۔

(۲) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۱ط "اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو" (۲۔ آیت ۱۴۳)

اس آیت میں رسول اللہؐ کو مسلمانوں کا پیشرو ٹھہرا کر اُنہیں اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے پیشرو بنیں تاکہ لوگ اُن کا نمونہ دیکھ کر اسلام میں داخل ہو جائیں اور اس طرح سے تمام دنیا ایک جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ سوائے حضرت محمد رسول اللہؐ کے اور کوئی مسلمانوں کا پیشرو نہیں ہو سکتا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ ہی آخری نبی ہیں۔

(۳) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ "آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا"۔ (۵۔ آیت ۳)

(۱) چونکہ رسول اللہ ؐ سے پہلے جتنے انبیاء ہوئے ہیں وہ اپنی اپنی قوموں کی طرف خاص خاص وقتوں کے لئے مبعوث ہوتے تھے لہذا اُن کی شریعت مکمل نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ دین کو مکمل کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا تھا مگر جب وقت آگیا تو آنحضرتؐ کو ایسی مکمل شریعت دی گئی جو کہ آئندہ کے تمام زمانوں پر حاوی ہو سکے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

(۴) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۵ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحبان امر کی اطاعت کرو۔ پھر اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو یہ بہتر اور انجام کار اچھا ہے"۔ (۴۔ آیت ۵۹)

(۱) مذکورہ بالا آیت میں ایمان داروں کو اللہ اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحب امر لوگوں کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو پھر اُسے اللہ اور رسول کی طرف لے جانے کو کہا گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ؐ آخری نبی ہیں کیونکہ آخری فیصلہ اُنہیں کا ہے اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ اگر ہمارا کسی بات میں حضرت مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف ہو جائے تو پھر ہم اس معاملہ کو اللہ اور رسول کی طرف لے جائیں گے۔ گویا حضرت مرزا صاحب کا آخری فیصلہ نہیں ہوگا۔ قرآن کریم کے الفاظ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" سے مراد آنحضرتؐ ہی ہیں نہ کہ حضرت مرزا صاحب۔

(۵) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ "اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔" (۴۔ آیت ۶۴)

اس آیت میں بھی آنحضرتؐ کی ذات بابرکت کو ہی واجب الاطاعت ہستی قرار دیا گیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ ہی آخری نبی ہیں کیونکہ آئندہ جو کوئی مامور من اللہ ہو گا وہ آپ کی اطاعت سے باہر نہیں رہے گا۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے مگر آپ کا صاحبزادہ آپ کے خلاف ہے ذیل کا مقابلہ ملاحظہ کیجئے۔

بیٹا	باپ
بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۵۵ اللہ کی آیت سے استدلال کرنے والے حضرت مرزا صاحب۔ اب نادان کون ہوا۔ قادیانیو! خوب غور کر کے جواب دیجئے۔	صاحب نبوت تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی ہو جانا بکلی ممتنع ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض کے لئے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔" (ازالہ اوہام طبع دوم صفحہ ۲۸۵)

(۶) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝ "محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۳۳۔ آیت ۴۰)

(۱) چونکہ حضرت محمد رسول اللہؐ کو مکمل شریعت دے کر تمام جہانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور آپ پر قومی نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اس لئے آپ کو "خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" کہہ کر

پکارا گیا۔ دراصل لفظ خاتم کے معنی مہر بھی ہیں اور آخر بھی اور کسی قوم کے خاتم اور خاتم سے مراد ان میں سے آخری ہوتا ہے جیسا کہ لغات لسان العرب اس پر شاہد ہے "ختام القوم وخاتمھم وخاتمھم اخرھم اور خاتم النبیین اور خاتم النبیین کے معنی آخری نبی اور آپ کو خاتم النبیین اس لئے کہا کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا (مفردات امام راغب) حقیقتاً آنحضرتؐ کی بعثت کے بعد الگ الگ قوموں کی طرف نبی بھیجنے کی ضرورت نہ رہی۔ گویا رسول اللہ نے قومی نبیوں کے سلسلہ کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی۔ اس کا ثبوت تواریخ سے بھی ملتا ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد کوئی نبی کسی قوم کی طرف نہیں بھیجا گیا۔

(۷) یَاۤ اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۝" اے نبیؐ ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا سورج"(۳۳۔آیت ۴۵ و ۴۶)

اس آیت میں جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفےٰؐ کو روشن کرنے والا سورج کہا گیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ جیسے سورج تمام دنیا کو روشنی پہنچا رہا ہے اسی طرح سے رسول اللہؐ بھی جیسے سورج کی روشنی سے چاند منور ہوتا ہے اسی طرح سے آپ کی روشنی سے اولیا اللہ منور ہوتے ہیں۔ جیسے چاند سورج کی روشنی حاصل کر کے سورج نہیں ہو سکتا اس طرح سے ولی اللہ بھی آنحضرتؐ سے روشنی حاصل کر کے نبی نہیں بن سکتا جیسے اندھیرے میں چاند اور ستارے کام دیتے ہیں اسی طرح سے اندھیرے میں مجدد اور ولی اللہ کام دیتے ہیں جیسے سورج کی روشنی کے سامنے کوئی اور روشنی کام نہیں دے سکتی اسی طرح سے آپ کی نبوت کے سامنے کسی اور شخص کی نبوت کوئی کام نہیں دے سکتی یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد کسی اور نبی کی حاجت نہیں۔ جیسے شروع دنیا سے ایک ہی سورج ہے اور دوسرے سورج کی ضرورت نہیں اسی طرح سے رسول اللہؐ کی بعثت کے بعد کسی اور سراجاً منیراً کی ضرورت نہیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں۔

چوتھی فصل

وہ احادیث جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَ مَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ" ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے تھے اس شخص کی مثال کی طرح ہے۔ کہ اس نے ایک گھر بنایا اور اُسے اچھا بنایا اور اُسے خوبصورت بنایا سوائے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ کے سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور اس پر تعجب کرتے اور کہتے کہ یہ اینٹ کیوں نہ لگائی گئی تو فرمایا میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں سب نبیوں کے آخر میں ہوں" (بخاری کتاب المناقب)

(۲) عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُّ اَبَا هُرَیْرَةَ خَمْسَ سِنِیْنَ فَسَمِعْتُهٗ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَآءُ کُلَّمَا هَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَآءُ فَیَکْثُرُوْنَ قَالُوْا" ابوحازم سے روایت ہے کہا میں ابوہریرہ کے ساتھ پانچ برس تک بیٹھتا رہا میں نے اُن کو سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کا تکفل انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی گذر جاتا اس کے پیچھے دوسرا نبی آجاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور خلیفے ہوں گے اور بہت سے ہوں گے" (بخاری کتاب الانبیاء)

(۳) عَنْ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی تَبُوْکَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِیًّا فَقَالَ اَتُخَلِّفُنِیْ فِی الصِّبْیَانِ وَالنِّسَآءِ قَالَ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ" سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف نکلے اور حضرت علی کو جانشین بنایا تو عرض کیا کہ کیا

آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑتے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسٰی سے تھی ہاں یہ (صحیح) ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(ابوداؤد، ترمذی)

(۲) لا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد الا وثان وانہ سیکون فی امتی ثلثون کذابا کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ "قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں کے ساتھ مل جائیں اور یہاں تک کہ بتوں کی پوجا کی جائے اور میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ خیال کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

پانچویں فصل۔ ختم نبوت پر عقلی دلائل

(۱) چونکہ ابتدا ر دنیا میں لوگوں کی آبادی تھوڑی تھی اس لئے اللہ تبارک تعالےٰ کی طرف سے صرف اتنی ہی ہدایات دی گئیں جو کہ نہ صرف اس وقت کے لئے بلکہ کچھ آئندہ زمانہ کے لئے بھی کافی ہو سکیں مگر جوں جوں دنیا کی آبادی بڑھتی گئی لہذا اس وقت کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وقتاً فوقتاً بذریعہ انبیار اور رسولوں کے ایسی ہدایات نازل ہوتی رہیں جو کہ نہ صرف اس وقت کے لئے بلکہ ایک حد تک آنے والے زمانہ کی حاجتوں پر بھی حاوی ہو سکیں۔ آخر لوگوں کی آبادی اور ضروریات اتنی بڑھ گئیں کہ ایسے مکمل قانون کی ضرورت پڑ گئی جو کہ نہ صرف اس وقت کے لئے بلکہ آئندہ تمام زمانوں کی حاجتوں پر بھی حاوی ہو سکے لہذا حضرت محمد رسول اللہؐ کو ایسی مکمل شریعت دے کر مبعوث کیا گیا یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

(۲) بلاشبہ ہر ایک قوم کی طرف نبی اور رسول بھیجے گئے جو کہ اُسی قوم کے ہوتے تھے یہی سبب تھا کہ ایسی قومیں صرف اپنے ہی نبیوں کو مانتی تھیں۔ اور غیر قوموں کے انبیار کا انکار کرتی تھیں لہذا اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہؐ کو تمام دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تا کہ اُن پر ایمان لانے سے لوگ نہ صرف اپنی قوم کے نبیوں پر بلکہ غیر قوموں کے رسولوں پر بھی ایمان لے آئیں اور اُن کی عزت کریں گویا قومی نبیوں کا سلسلہ ایک عالمگیر نبی پر ختم کیا گیا جو کہ رسول اللہؐ کے آخری

نبی ہونے پر دلالت کرتا ہے جس کی غرض یہ ہے کہ دنیا میں اتفاق۔ محبت۔ اتحاد۔ یک جہتی اور وحدت پیدا ہو اور دنیا بھر کے لوگ ایک جھنڈے تلے آجائیں۔ یہی سبب ہے کہ تمام اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز رکھا گیا۔ کیونکہ اہل اسلام اُن کے نبیوں اور رسولوں کو مانتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے رسول کو مان لیں۔ تو پھر مسلمان بھی اپنی عورتوں کو اُن کے نکاح میں دے سکتے ہیں۔

(۳) بلاشبہ جب سورج کی روشنی نہ ہو تو اُس وقت چاند اور تارے روشنی کا کام دیتے ہیں۔ مگر جب شمس طلوع ہو جاتا ہے تو پھر اُن کی روشنی کوئی کام نہیں دیتی اسی طرح سے جو نبی اور رسول آنحضرتؐ سے پہلے آئے وہ بطور چاند اور تاروں کے تھے مگر جب حضرت محمد رسول اللہؐ مبعوث ہوئے تو وہ بطور شمس کے تھے اس لئے پہلے نبیوں کی رسالتیں اور شریعتیں آپ کی روشنی کے سامنے خود بخود ماند پڑ گئیں۔ صاف ظاہر ہے کہ سورج کی موجودگی میں کسی روشنی کی ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا مشہور قول ہے کہ اگر حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری تابعداری کرتے۔

(۴) چونکہ پہلے اپنی اپنی قوم کے نبیوں کو ہی مانا جاتا تھا۔ اور دوسری قوموں کو خواہ وہ اپنے نبیوں کو مانتی بھی ہوں کافر قرار دیا جاتا تھا گویا کفر اور اسلام کے مابین کوئی نبی بطور حدفاصل کے نہ تھا۔ اس لئے آنحضرتؐ کو دنیا بھر کے لئے مبعوث کیا گیا تاکہ آپ کی ذات بابرکات کو ہی حد فاصل قرار دیا جائے۔ یعنی جو شخص آپ کو نہ مانے وہ تو کافر ٹھہرایا جائے اور جو شخص آپ پر ایمان لے آئے اُسے مسلمان قرار دیا جائے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں۔ کیونکہ قیامت تک کوئی شخص اس مقام پر کھڑا نہیں کیا جائیگا۔ جس کے نہ ماننے سے کفر لازم آئے۔

(۵) دنیا کی تواریخ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کی بعثت سے پہلے لگاتار بہت سے نبی اور رسول آئے مگر آنحضرتؐ کے بعد عرصہ ۱۳۰۰ سال میں کوئی نبی نہیں آیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ دوستو جس چیز کا آغاز ہوتا ہے اس کا انجام بھی ہوتا ہے نبیوں کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور حضرت محمد رسول اللہؐ پر ختم ہو گیا۔ جیسا کہ قرآن کریم کے الفاظ خاتم النبیین سے ثابت ہوتا ہے ۔

تمام شد

آیاتِ صریح

فی

ولادتِ مسیح

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسےؑ کی پیدائش بغیر باپ کے نہیں ہوئی لہذا عیسائیوں کے ذیل کے عقاید جن کی بنیاد حضرت مریمؑ کے غیر معمولی حمل پہ رکھی ہوئی ہے قطعاً باطل۔ جن کی تردید کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

(۱) حضرت عیسےؑ خدا کے اوتار تھے کیونکہ وہ کنواری سے پیدا ہوئے۔

(۲) حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے تھے کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

(۳) چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کرنے سے تمام لوگ گناہگار ہو گئے اس لیۓ ایک انسان کو بغیر نطفہ کے پیدا کیا تاکہ گناہوں سے پاک ٹھہرے اور تمام دنیا کا نجات دہندہ ہو۔

(۴) تمام لوگ مٹی اور نطفہ سے پیدا ہوئے مگر حضرت عیسیٰؑ روح سے اس لیۓ وہ انسانی سطح سے بالاتر تھے۔

قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ **شمس منزل مصری شاہ لاہور**

(۳) مسلم خواتین فی الاحادیث رسولؐ امین

جس میں جناب رسالتمآبؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام ارشادات مبارک جو کہ مسلم خواتین کی حیثیت اور مرتبہ کے متعلق ہیں جمع کیے گئے ہیں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے رسول نے انہیں کیا کیا حقوق دیئے ہیں۔ مثلاً "قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن" مسلم خواتین کو اپنی ضرورتوں کے لیئے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

(۴) یورپ کی ترقی کا راز

اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو خاکسار کی کتاب "تعلیم القرآن و عمل یورپ" ملاحظہ کیجئے۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اہل یورپ کے اعمال کا زیادہ حصہ قرآن مجید کی تعلیم کے قریب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ترقی کر رہے ہیں اور اہل اسلام کے اعمال کا اکثر حصہ قرآن کریم کی تعلیم سے دور ہے یہی وجہ ہے یہ تنزل کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اس آیت کو ملاحظہ کیجئے۔ "وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ" "اور ہم نے لوہا اتارا اُس میں لڑائی کا سخت سامان ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں" (۵۷۔ آیت ۲۵) اب غور کیجئے کہ سامان جنگ اہل یورپ بنا رہے ہیں یا اہل اسلام۔ اور لوہے سے خود فائدہ کون اٹھا رہا ہے اور دنیا کو کون پہنچا رہا ہے۔ بھلا جس قوم کے پاس ضروریات کے مطابق سامان جنگ ہی نہ ہو۔ وہ اپنے دشمنوں پر فتح کیا پائے اور حکومت کیا کرے اور اپنا وقار کیونکر قائم رکھے۔

قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ شمس منزل مصری شاہ لاہور